تنویر انجم
نئی زبان کے حروف

نئی زبان کے حروف

نئی زبان کے حروف

(نظمیں)

تنویر انجم

تنویر انجم

نئی زبان کے حروف

(نظمیں)

پہلی اشاعت: 2020

زیرِ اہتمام

آج کی کتابیں

طباعت

واحد آرٹ پریس، کراچی

سٹی پریس بک شاپ

316 مدینہ سٹی مال، عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی 74400

فون: 35650623 (92-21)

ای میل: ajmalkamal@gmail.com

ویب سائٹ: www.citypressbooks.com

ترتیب

طوفانی بارشوں میں رقصاں ستارے (1998)

زندگی میرے پیروں سے لپٹ جائے گی (2010)

نئے نام کی محبت (2013)

حاشیوں میں رنگ (2016)

فریم سے باہر (2016)

نئی نظمیں

تنویر انجم کی نظم

جن نظم نگاروں نے ستر، اسی اور نوّے کی دہائیوں میں نثری نظم لکھی یا چھپوائی، کسی ادبی جریدے میں یا کتابی صورت میں، اسے عام پڑھنے والے نے تو کیا ادبی حلقوں نے بھی مشکل سے قبول کیا، بلکہ کہیں کہیں تو مکمل طور پر نظر انداز کیا۔ رفتہ رفتہ ان شاعروں کا اور ان کی پذیرائی کرنے والوں کا ایک حلقہ بن تو گیا لیکن ذرا دیر میں بنا۔

عام آدمی کا ذوق، غزل یا زیادہ سے زیادہ مختصر پابند نظم (جسے اکثر اوقات وہ غزل ہی کہتا ہے) سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ عام طور پر یہ قارئین، آزاد نظم اور نثری نظم میں تفریق بھی نہیں کر پاتے کیونکہ کاغذ پر دونوں کی ہیئت ایک سی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے وہ آزاد نظم کی قرأت یا تو نثر کی طرح کرتے ہیں یا نثری نظم کو لہک لہک کر وزن کا پابند کرنے کی مضحکہ خیز کوشش کرتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب پڑھنے والے کی مناسب تربیت نہ ہو۔ اس صورت میں جو لوگ تربیت کر سکتے تھے وہ خود تذبذب کا شکار تھے، اسی لیے نئی نظم کی جڑیں مضبوط نہ ہو سکیں۔ روایتی غزل کے مزاج کو آج بھی عام پڑھنے والا زیادہ سہولت سے قبول کرتا ہے اور اپنے مزاج کے قریب پاتا ہے۔ ایک طبقہ البتہ ایسا ہے جو غزل اور نئی نظم کے درمیان کہیں معلق ہے اور رہنمائی کا خواہش مند ہے، اور ایک چھوٹا سا طبقہ ایسا ضرور ہے جو نظم کے نئے مزاج سے واقف ہو گیا ہے اور اس سے پوری طرح لطف اندوز بھی ہوتا ہے، اس کی قرأت اور تفہیم سے بھی واقف ہے اور مبارزانہ مباحث سے آگے کی منزل میں قدم رکھ چکا ہے۔ نثری نظم کو اب ادبی حلقوں میں قبولیت مل چکی ہے اور معترضین کا حلقہ سکڑ کر خاصا چھوٹا رہ گیا ہے۔

تنویر انجم کی نظموں کا پہلا مجموعہ 1982 میں شائع ہوا تھا۔ نظموں کے کل سات مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر انتخاب میں ترتیب وار ان سات کتابوں کی منتخب نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ پہلی کتاب میں پندرہ میں سے چار نثری نظمیں ہیں اور باقی یعنی گیارہ آزاد نظمیں ہیں۔ اس کے بعد تقریباً تمام منتخب

نظمیں، سوائے ایک کے، نثری نظمیں ہیں۔ تنویر انجم نے غزل بھی کہی ہے۔ ''سرو برگِ آرزو'' کے نام سے 2001 میں غزل کا مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کے تعارفی مضمون میں تنویر انجم خود لکھتی ہیں:

میں سمجھتی ہوں کہ میری نظمیں جدید ماحول سے ہم آہنگ اور غیر منصفانہ معاشرتی اقدار سے متصادم ایک عورت کی زندگی کی آئینہ داری کرتی ہیں اور اس لحاظ سے نسوانی طرزِ احساس و فکر کی نمائندہ بھی ہیں۔ 'سرو برگ آرزو' میں شامل غزلوں میں موضوعات اور علامات اور استعارات کے استعمال میں کلاسیکی غزل کی پیروی نظر آئے گی۔ اس لیے یہ غزلیں موضوعات اور ہیئت کے اعتبار سے میری نظموں سے مختلف قرار دی جاسکتی ہیں۔ تاہم ان دو مختلف اصناف میں مختلف طرزِ اظہار کے پیچھے کارفرما طرزِ احساس ایک ہی ہے۔

تخلیق کار کا طرزِ احساس تو یقیناً ہیئت و صنف سے قطع نظر ایک ہی رہتا ہے، لیکن بعض ہئیتیں اس کے اظہار کی موثر ترسیل کے لیے زیادہ موافق ہوتی ہیں جس طرح کا سانچا اس کے مخصوص احساس اور طرزِ اظہار کو زیادہ سہولت اور اثر انگیزی فراہم کرتا ہے، تخلیق کار اسی کی طرف مائل ہو کر بالآخر اسی کو اپنے لیے زیادہ موزوں سمجھتا ہے اور پھر اپنے لیے اس کا انتخاب کرتا ہے۔ تنویر انجم نے بھی اپنے لیے نثری نظم کا انتخاب اسی لیے کیا کیونکہ وہ اپنی بات کو جس طرح بیان کرتی ہیں اس کے لیے یہی ہیئت سب سے زیادہ موزوں ہے۔

تنویر انجم کی شاعری سے میرا تعارف 1994 میں ہوا جب ان کی ایک نظم 'نینسی' کو ہم نے (میں نے اور آصف فرخی نے) Pakistani Literature (Pakistan Academy of Letters, Islamabad) کے خصوصی شمارے میں شامل کیا۔ 'نینسی' تنویر انجم کے دوسرے شعری مجموعے کی نظم ہے۔ اس کے بعد جب 1998 میں ان کی نظم کا تیسرا مجموعہ آیا اور مجھے پڑھنے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس مجموعے میں زیادہ تر کرداری نظمیں ہیں۔ بیشتر کردار غیر ملکی ہیں اور مختلف پیشوں اور مختلف سماجی اور معاشی طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ انجم نے ان کرداروں کے ذریعے، ان سے متعلق مسائل کی پیچیدگیوں کو اس پرکاری اور سہولت سے نظم کیا ہے کہ پڑھنے والا مکمل طور پر اپنے اوپر ان نظموں کی گرفت کو محسوس کر سکتا ہے۔ یہ نظمیں صرف وہی لکھ سکتا ہے جو ایک مخصوص ماحول کو بہت اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے اور انسانی رشتوں کو، حالات کو، مختلف تہذیبی رویوں کو بہت قریب سے دیکھ کر ان کی مکمل تفہیم کے بعد ان کو شاعری میں تبدیل کرنے کی فنکارانہ صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ نظمیں میرے خیال میں تنویر انجم کے شعری سرمائے کا سب سے وقیع اور سب سے اثر انگیز حصہ ہیں۔ مائرہ آرتھر، فارینہ اور ساسان، کیتھرین، نینسی، کامنا اور شیری، مریانا،

تیان وانگ لی، امارانتا، نازنین صادق، ماہ طلعت حسین اور دوسرے کرداروں کا تنویر انجم ایک ماہر نفسیات کی طرح مطالعہ اور تجزیہ کرتی ہیں۔ بعض نظموں میں اپنے کرداروں کے ذریعے وہ دنیا کے مختلف خطوں کی سیاسی تاریخ کے اسباب سے پیدا ہونے والے سماجی، انسانی وشخصی انتشار اور المیے کو بیان کرتی ہیں اور چالیس پچاس سطروں کی نظم میں وہ سیاسی، سماجی اور انسانی تاریخ کی مکمل اور کامیاب تصویر کشی کے ذریعے قاری کو اپنی طرف پوری طرح متوجہ کر لیتی ہیں۔ نظم کا آخری حصہ غیر متوقع ہوتا ہے اور اکثر اوقات پڑھنے والے کو متحیر اور متغیر چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی زیادہ تر نظمیں تیسرے مجموعے ''طوفانی بارشوں میں رقصاں ستارے'' میں ہیں اور پڑھنے کے لائق ہیں۔ یہ نظمیں ایسی ہیں کہ ان کا کوئی ایک حصہ نقل کرنے سے یا یوں کہیے کہ ان کا تسلسل توڑنے سے ان کی اثر انگیزی کا اندازہ نہیں ہوگا اور چالیس پچاس سطروں کو یہاں نقل کرنا مناسب نہیں، ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ ایک آدھ نظم نقل کی جائے۔

تنویر انجم کی ایک نظم جس کا میں خاص طور پر ذکر کرنا چاہتی ہوں میری پسندیدہ نظموں میں سے ایک ہے۔ اس نظم کو میں نے پہلی مرتبہ 1998 میں پڑھا تھا۔ آج بھی میں سمجھتی ہوں کہ یہ تنویر انجم کی سب سے اچھی نظم ہے۔ 2003 میں شائع ہونے والے Pakistani Literature (PAL, Ibd) کے آٹھویں شمارے کے لیے میں نے بطور مہمان مدیر اس نظم کا انتخاب کیا تھا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ اس نظم کو میں نے اپنی کتاب Pakistani Urdu Verse (2010 OUP) میں بھی شامل کیا۔ اس نظم کا نام ہے 'میں اور نیلوفر' ۔ یہ نظم دو نہیں بلکہ ایک عورت کی داستان ہے اور اس عورت کا تعارف 'میں' ہے۔ اس نظم کا عنوان دراصل 'میں اور میں' ہے۔ 'میں' نے نیلوفر کو خلق کیا ہے تا کہ اپنے ہونے کے عمل کو قابلِ برداشت بنا سکے۔ اس نظم کا موضوع 'ہونا' یا 'existence' ہے۔ یہ عمل اس قدر پیچیدہ ہے کہ انسان کا اصل وجود اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے لیے ایک ایسا علامتی وجود خلق نہ کرے جو اس کی تصدیق کرتا رہے، وہ تصدیق جو اس کو اس دُنیا کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا حوصلہ دیتی ہے۔ اس نظم میں شاعر نے اپنے لیے وہی لافانی مگر فرضی وجود خلق کیا ہے۔ اس نظم کے 17 بند یا حصے ہیں۔

چوتھا حصہ ہے:

نیلوفر کو میں نے اس وقت تخلیق کیا جب
تنہائی خوفناک اور نا قابلِ تغیر ہو گئی، ایک
ایسے دن کی کوکھ سے جسے ایک انتہائی تھکا

دینے والے کام کے خاتمے نے اچانک بالکل
خالی کر دیا تھا۔

آٹھواں حصہ ہے:

نیلوفر کو اپنی کم عمری، حسن اور مستقبل کے علم کی وجہ سے مجھ پر مکمل برتری حاصل ہے اگرچہ یہ واضح ہے کہ اسے اس کے مستقبل کا علم میں نے ہی دیا ہے۔ اس کے اس غلبے سے گھبرا کر میں اس سے اپنی جدائی کو دائمی بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہوں جو ہر دفعہ ناکام ہو جاتی ہے۔ اس کی کشش ناقابلِ مزاحمت ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ اس نظم کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا۔ یہ بائیس برس سے ایک کتاب میں موجود ہے لیکن کبھی کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا یا شاید میں نے نہیں سنا۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ لوگ شاعری کی طرف کم اور شاعر کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اور شاعر اگر عورت ہے اور اپنا ڈنکی پٹوانے کا فن نہیں جانتی تو اس کام میں خاصی دیر لگ جاتی ہے۔ خیر۔

تو یہ نظم 'میں اور نیلوفر' ایک انتہائی داخلی نظم ہے۔ ایسی داخلی نظمیں اس انتخاب میں اور بھی ہیں بلکہ خاصی تعداد میں ہیں، باوجود اس کے کہ تنور انجم اپنے اردگرد یا اپنی ذات سے باہر پھیلے ہیجان سے بھی بہت باخبر ہیں۔ ایک داخلی نوعیت کی نظم 'اس نے بہت سی شاعری نہیں سنی' کی پہلی چند سطریں:

اس نے بہت سی شاعری نہیں سنی
جو میں نے اس کے لیے لکھی ہے
مگر اب وہ مجبور ہے
بہت سی شاعری سننے کے لیے
جو میں نے اس کے لیے نہیں لکھی
اور کسی کے لیے بھی نہیں لکھی۔۔۔۔۔

چوتھے مجموعے کی نظم ہے 'ایک ٹریپیز پر' جس میں ٹریپیز (trapeze) زندگی کا استعارہ ہے۔ استعاروں کے ذریعے زندگی کے جبر کا کیسا تہہ دار نقشہ کھینچا ہے:

ہم تین لڑکیاں
یا شاید چار
ایک ٹریپیز پر

ایک تماشے سے پہلے پیچھے ہٹ گئی
یا شاید دو
ایک بلندی سے گر کر پاش پاش ہوئی
یا شاید ایک سے زیادہ

اور میں آخری
ٹریپیز کے لیے
میں نے اپنی تربیت خوب کی

میں نے خود کو سکھایا
نزدیک کی چیزوں کو دور کر دینا
دور کی چیزوں کو پاس لے آنا
اور سانس روک لینا

میں نے خود کو سکھایا
خود کو بھولنا
اور تماشائیوں کو بھی
اور اپنی بھوک کو
اور اپنی پیاس کو
اور اپنے جسم کو

میں نے خود کو سکھایا
ایک ٹریپیز پر کامیابی کے لیے
کم زندہ رہنا

اور شکریہ کہنا
تالیاں بجاتے تماشائیوں سے
اور دور کر دینا ان کی مایوسی
جو مجھے بلندی سے گرتا دیکھنے کی امید لے کر آئے تھے

آخری سطر میں سمٹی ہوئی تلخی اور زندگی سے انتقام لینے کے بعد کی خاموشی کے خد و خال صاف دکھائی دیتے ہیں۔ اس نظم سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ تنویر انجم کے لیے اس کی نظم کی آخری سطر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ وہ نظم کا اختتام بڑی قوت سے کرتی ہیں۔ ان کی نظموں کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ پڑھنے والے کو اپنی آخری سطر تک منہمک رکھتی ہیں۔ وہ اولین حصے سے یعنی نظم کے آغاز کے بعد اس کے انجام تک پہنچنے کے تجسس اور انتظار میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ ان کا خاص اسلوب ہے اور تقریباً سب نظموں میں انہوں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔

تنویر انجم کی نظم میں وہ ابہام نہیں ہے جو قاری کے لیے اکتاہٹ پیدا کر دے۔ تنویر انجم کی نظم اکہری بھی نہیں ہے۔ ان کی نظم آگے کی طرف سفر کرتی ہوئی ہے اور جوں جوں اپنے اختتام کی طرف بڑھتی ہے، وہ پڑھنے والے کے تجسس کو بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ یہ نظمیں غور و فکر کی طرف بھی مائل کرتی ہیں۔ تنویر انجم کی تقریباً ہر نظم میں ایسے عناصر موجود ہیں جو ذہن کو متحرک رکھتے ہیں۔ چھٹی کتاب ''حاشیوں میں رنگ'' سے بارہ نظموں کے سلسلے کی دوسری نظم:

مر چکی تھی میں
جب گر گیا ٹوٹ کر درخت سے
ایک سوکھا پتہ
میرے شانے پر
اور دیکھ لیا تم نے
اور رک گئے
جھاڑنے کے لیے
میرے شانے سے
وہ سوکھا پتہ

ایک بار پھر کہا تم نے
سوچ لو ایک بار اور
بات کر لینے میں کیا ہرج ہے
اور بات کر لی ہم نے
اور گزار لی ایک زندگی
ایک دوسرے کے خاندانوں کو جان کر
اپنے بچوں کے ساتھ
اور جب لے جا رہے تھے لوگ
تمھیں کاندھوں پر
مجھے یاد آ گیا یونہی ایک لمحے کو
اگر نہ گرا ہوتا ٹوٹ کر درخت سے
وہ سوکھا پتہ
مرے شانے پر

تنویر انجم کا ایک اہم موضوع تانیثی معاملات (feminist concerns) بھی ہے۔ ان کے ہاں مصنوعی شدت یا نعرے بازی نہیں ہے بلکہ وہ اس موضوع سے متعلق صورت حال کا ٹھنڈے دماغ سے جائزہ لیتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں اور کہیں کہیں تلخی اور لہجے کے طنز کے ذریعے اپنی بات کا کامیاب اظہار کرتی ہیں۔ اس سلسلے کی بہت موثر نظم 'شکر گزار عورتوں کا ترانہ' ہے۔ اس نظم کے نو بند ہیں۔ کچھ سطریں:

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے
کسی معمولی اور احمقانہ ناانصافی کی طرف
لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لیے
ہمیں احتجاجاً اپنے آپ کو جلانا نہیں پڑے گا

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے
ہمیں ایک قطار میں جگہ ملی

جس کے سامنے کاونٹر کبھی نہ کبھی کھل جائے گا

'قبرستان کے مجاور'، ' آسمان والوں کی بھیانک غلطی'، 'بھٹکے ہوئے آدھے بدن کو تھامنا'، 'اپنے آپ سے یا ہم سے باتیں کرو'، 'عالمی ادب میں خواتین'، 'اسکریبل آن لائن اجنبی کے ساتھ' بھی اسی سلسلے ہی کی نظمیں ہیں۔ یہ بھی بات توجہ کے لائق ہے کہ تنویر انجم کی بیشتر کرداری نظموں کا مرکزی کردار عورت ہے۔ مرد ان میں ضمنی کرداروں کے طور پر آتے ہیں۔ ایسا بھی لگتا ہے کہ یہ کردار جیتے جاگتے اصل کردار ہیں اور نئے ناموں کے ساتھ نظموں میں داخل ہوئے ہیں۔ لیکن یہ کوئی ضروری نہیں۔ نازنین صادق جیسے کردار تخلیق کار اپنی بات کے مناسب اظہار کے لیے تازہ تخلیقی مٹی سے بھی خلق کر سکتا ہے۔

سماجی اور معاشی زندگی میں طبقاتی بُعد سے یا رجعت پسندی کے سبب پیدا ہونے والے حالات بھی اس انتخاب کی بہت سی نظموں کا موضوع ہیں۔ اس قبیل کی ایک موثر نظم ہے 'محمود، ایاز اور دوسرے بچوں کی مشقتیں' جو 2010 والے مجموعے سے ہے۔ اس نظم کے سات بند ہیں۔ آغاز یوں ہے:

سات سالہ ایاز
چھ سالہ ناسمجھ محمود سے
ایک زوردار ڈانٹ کھا کر
گھگھیا کر ہنسے گا

اور ٹیلیویژن پر
مائکل جیکسن کے
نسل پرستوں اور یہودیوں کے خلاف
سیاہ فاموں کی سنگت میں
گاتے ہوئے گیت کا نظارہ چھوڑ کر
ناشتے کی میز صاف کرے گا

تنویر انجم کا اس انتخاب کو مرتب کرنے کا فیصلہ بروقت ہے۔ یہ انتخاب ان کے شعری سفر کی مختلف منزلوں کا جائزہ لینے میں یقیناً معاون ثابت ہوگا۔ اس کی اشاعت پر میں انھیں مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

یاسمین حمید

لاہور، 22 جون 2020

تنویر انجم کی نظم

کچھ دنوں پہلے ہم عصر شاعری کے مسئلوں پر ایک مذاکرے کے دوران ہندی کے ایک معروف شاعر نے کہا کہ کویتا کا جنم کتھا کہنے کے لیے ہوا ہے۔ گویا کہ ہمارے روایتی موقف کے برخلاف جس کے مطابق شاعری کو ہر ادبی روایت میں نثری اظہار پر تقدم حاصل رہا ہے۔ اپنے ہندی معاصر کی یہ بات میرے دل کو بھا گئی اور اس فکر انگیز پس منظر میں اچانک تنویر انجم کی نظمیں یاد آ گئیں۔ ان کی لگ بھگ تمام نظمیں میں نے کہانی کی طرح پڑھی ہیں۔ ان سے جو مکالمہ قائم ہوتا ہے ان کے دوسرے ہم عصروں سے مختلف ہے۔

اس وقت میرے سامنے تنویر انجم کے شائع شدہ مجموعوں کا ایک انتخاب ہے۔ ہر چند کہ ان کی اولین نظموں کا ایک وصف ان کی خوش آہنگی اور غنائیت ہے مگر ان نظموں میں بھی کہانی پن کا عنصر ہمیں سب سے پہلے متوجہ کرتا ہے۔ اپنی نظموں کے لیے وہ کردار وضع کرتی ہیں، ان کرداروں کو ایسے نام دیتی ہیں کہ وہ فرضی نہ محسوس ہوں اور اپنے قاری کا اعتماد حاصل کرنے میں انھیں بے وجہ دیر نہ لگے، پھر وہ باقاعدہ پلاٹ مرتب کرتی ہیں، کبھی وقوعوں کی طرح، کبھی کسی گم شدہ تجربے اور بھولی بسری واردات کے طور پر، کبھی خودکلامی کی شکل میں۔ لیکن بیان کے ہر پیرائے میں وہ غیر ضروری تفصیلات اور جزئیات سے خود کو دور رکھتی ہیں۔ ان کا تخیل تصویری ہے چنانچہ ہر نظم اپنے ساتھ ایک منظر نامہ بھی لاتی ہے اور تنویر انجم کے غیر معمولی مشاہدے سے پردہ اٹھاتی ہے۔

ان نظموں میں ایک طرح کی غیر رسمی اور غیر اصطلاحی دستاویزیت کا رنگ بھی صاف جھلکتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ میرے خیال میں تنویر انجم کا بہت گہرا اور مرموز معاشرتی ادراک ہے۔ ان کی ہر نظم اپنے وقت اور اپنے عہد یا اس عہد کی انسانی اور وجودی صورت حال کے مابین ایک خاموش مکالمے پر مبنی ہے، کبھی ایک خود آگاہ اور اپنے آپ سے الجھتی ہوئی عورت کی حیثیت سے، کبھی موجودہ معاشرے کے ایک

تنویر انجم کی نظم

کچھ دنوں پہلے ہم عصر شاعری کے مسئلوں پر ایک مذاکرے کے دوران ہندی کے ایک معروف شاعر نے کہا کہ کویتا کا جنم کتھا کہنے کے لیے ہوا ہے۔ گویا کہ ہمارے روایتی موقف کے برخلاف جس کے مطابق شاعری کو ہر ادبی روایت میں نثری اظہار پر تقدم حاصل رہا ہے۔ اپنے ہندی معاصر کی یہ بات میرے دل کو بھا گئی اور اس فکر انگیز پس منظر میں اچانک تنویر انجم کی نظمیں یاد آ گئیں۔ ان کی لگ بھگ تمام نظمیں میں نے کہانی کی طرح پڑھی ہیں۔ ان سے جو مکالمہ قائم ہوتا ہے ان کے دوسرے ہم عصروں سے مختلف ہے۔

اس وقت میرے سامنے تنویر انجم کے شائع شدہ مجموعوں کا ایک انتخاب ہے۔ ہر چند کہ ان کی اولین نظموں کا ایک وصف ان کی خوش آہنگی اور غنائیت ہے مگر ان نظموں میں بھی کہانی پن کا عنصر ہمیں سب سے پہلے متوجہ کرتا ہے۔ اپنی نظموں کے لیے وہ کردار وضع کرتی ہیں، ان کرداروں کو ایسے نام دیتی ہیں کہ وہ فرضی نہ محسوس ہوں اور اپنے قاری کا اعتماد حاصل کرنے میں انھیں بے وجہ دیر نہ لگے، پھر وہ باقاعدہ پلاٹ مرتب کرتی ہیں، کبھی وقوعوں کی طرح، کبھی کسی گم شدہ تجربے اور بھولی بسری واردات کے طور پر، کبھی خود کلامی کی شکل میں۔ لیکن بیان کے ہر پیرائے میں وہ غیر ضروری تفصیلات اور جزئیات سے خود کو دور رکھتی ہیں۔ ان کا تخیل تصویری ہے چنانچہ ہر نظم اپنے ساتھ ایک منظر نامہ بھی لاتی ہے اور تنویر انجم کے غیر معمولی مشاہدے سے پردہ اٹھاتی ہے۔

ان نظموں میں ایک طرح کی غیر رسمی اور غیر اصطلاحی دستاویزیت کا رنگ بھی صاف جھلکتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ میرے خیال میں تنویر انجم کا بہت گہرا اور مرموز معاشرتی ادراک ہے۔ ان کی ہر نظم اپنے وقت اور اپنے عہد یا اس عہد کی انسانی اور وجودی صورت حال کے مابین ایک خاموش مکالمے پر مبنی ہے، کبھی ایک خود آگاہ اور اپنے آپ سے الجھتی ہوئی عورت کی حیثیت سے، کبھی موجودہ معاشرے کے ایک

حساس فرد کے طور پر۔ وہ کبھی اپنے ماضی میں بھی سفر کرتی ہیں تو اس لیے کہ اپنے حال میں جاری عورت کے حقوق کی جنگ کے مفہوم کا تعین کیا جا سکے۔

تنویر انجم کی شاعری کا ایک اور قابل ذکر پہلو جو انہیں اپنے ہمعصروں بالخصوص خواتین سے ممیز کرتا ہے وہ معاصر مغربی شعری روایت سے ان کے طرز احساس کی قرابت اور استفادے کا ہے۔ اردو کی دوسری معروف شاعرات کے برعکس تنویر انجم کا ادراک، ان کی نظموں کا آہنگ اور ان کی ہیئت ترکیبی، اب کچھ الگ اور منفرد ہے۔ وہ ایک دلچسپ سماجی مبصر ہیں اور ان کے سماج کی تاریخ اور جغرافیہ دونوں کی حدیں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔

اکا دکا نظموں میں پہیلی کا انداز در آیا ہے اور وہ پڑھنے والے کے لیے دماغی ورزش کا سامان بھی لے آتی ہیں لیکن تنویر انجم کی شاعری کا بیشتر حصہ ایک مانوس اور پڑھنے والے کے دل میں براہ راست اتر جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اشعار کی یہ کتاب کئی اعتبارات سے اپنی ایک خاص جمالیاتی جہت رکھتی ہے اور قاری سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اسے روایتی ترجیحات اور عادت کے جبر سے آزاد ہو کر اس شاعری کی اپنی شرطوں کے ساتھ سمجھنے اور سراہنے کی کوشش کی جائے۔

شمیم حنفی

سات مجموعے، سات آسمان

سات مجموعے، سات آسمان، خدا زمین کو بنا کر ساتویں دن آرام کر رہا تھا۔ ہماری شاعرہ نے کبھی آرام کا نہیں سوچا۔ لکھنا اور لکھتے رہنا۔ کم بولنا، زیادہ مسکرانا اور زمانے کے ساز پر کوئی گیت نہیں گانا۔ اپنے لیے نئے موضوعات اور عام لفظوں کا انتخاب، وہ الفاظ جو ہماری جیتی جاگتی دنیا کے ہیں۔ ہماری شاعرہ کو اپنی انفرادیت کو نبھانے کے لیے کسی انگریزی یا فارسی کینوس کو نہیں ڈھونڈنا پڑتا۔ وہ ہمارے اردگرد کے صبح شام، دن رات کو اپنی طرز کا ایک وجود بناتی ہے، اسے لفظوں کے ساتھ رہنے اور لفظوں میں رہنے کا سلیقہ آتا ہے اس لیے وہ بچوں سے، دوستوں سے اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے باتیں کرتی ہے اور اس کی شاعری کہتی ہے کہ نامانوس لفظوں کو اپنے اوپر حاوی مت ہونے دو۔ اسے یاد آتا ہے کہ سمندر اس کی آنکھیں لے گیا ہے۔ وہ ساحل پر اپنی آنکھوں کی واپسی کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ زندہ گیت لکھنا چاہتی ہے۔ تتلیاں، جگنو، درخت، چتکبری بلیاں، ایک اکیلی چیونٹی، اسکریبل، بچے کے جوتے کا تسمہ، بدن سے لپٹا اژدہا، کوہ قاف کی پریاں، ریشم کے کیڑے، گندگی صاف کرتے بچے، ماچس کی تیلیاں گن گن کر رکھتی عورتیں، تصویروں کا ایک اژدہام ہمارے سامنے سے گزرتا رہتا ہے اور سوالات اٹھتے ہیں کہ وقت اور خواہش ہم رفتار کیوں نہیں ہوتے اور زندگی زندگی رہے یا موت بن جائے۔

اردو شاعری نے عورت کے لہجے، اس کے غم، اس کے حوصلے اور زندگی کے ٹوٹے ہوئے آئینے میں کچھ سال پہلے تک نہیں دیکھا تھا۔ اپنی تو روایت کے ساتھ ہجر و وصال اور خاتون کے چہرے اور خد و خال کی ایسی زنبیل تھی کہ جی الجھتا تھا ایسے اشعار پڑھ کر۔ 1960 سے عورت نے شاعری کی روایات کی زنجیر توڑی اور اس نئی روایت کو اپناتے ہوئے تنویر انجم نے اپنی صورت حال کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس غم اٹھانے کا وقت نہیں ہے۔ اس عورت کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے پاس زندگی کی شکنیں درست کرنے کا وقت نہیں ہے۔ عورت اپنی تنہائی پر اب روتی نہیں۔ اس نے ناقابل تسخیر روایتوں سے

ماورا یہ سیکھ لیا ہے کہ کب سانس لینا ہے اور کب روک لینا ہے۔ وہ روزمرہ کی زبان استعمال کرتی ہے مگر فریم سے باہر دیکھتی ہے۔ دنیا کو دیکھنے کے لیے نسل پرستی کو جھنجلا کر باہر پھینک دیتی ہے۔ وہ کراچی شہر میں قبضہ مافیا اور بم بنانے والوں کو واشگاف الفاظ میں بتاتی ہے کہ یہ شہر بیدار راتوں کا شہر ہے۔ وہ لڑکیوں کے ساتھ جنسی زیادتیوں اور سنگساری کی سزا کو ذاتی غم کی طرح پیش کرتی ہے کیونکہ جب سوچو تو واقعی ایسا تو روز ہوتا ہے۔

اب اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری شاعرہ کیا نئے پرانے لفظوں سے وہ اثر کشید کرتی ہے جو ہمارے زمانے کی ناگفتہ بہ سیاسی حقیقتوں کو منسٹر صاحبہ کے پاور پوائنٹ میں بیان کر دیتا ہے۔ وہ ہمارے معاشرے کو ایک عجوبہ معاشرہ کہہ کر یاد دلاتی ہے کہ اب انسان رشتے خریدتا ہے اور ایٹمی خوفنا کی تباہی کو جنم دیتی ہے۔ وہ زندگی کو کانٹوں بھری پلیٹ کی صورت دیکھتی ہے اور لوگوں کو یاد دلاتی ہے کہ کلفٹن، ناظم آباد اور کورنگی ایک شہر کی تین تہذیبوں کے مراکز ہیں۔ وہ ان کہی کہانیاں ای میل کے ذریعے بھیج کر انہیں تنہائی دور کرنے کا راستہ بناتی ہے۔ وہ اجرت میں سانسیں بخشتی ہے اور اگرچہ محسوس کرتی ہے کہ اس کی قسمت کا ستارہ تھک گیا ہے مگر اس کی نظم کے ذریعے قریب آتی دیواریں پیچھے جا سکتی ہیں۔

شکرگزار عورتوں کے ترانے میں قحبہ خانوں سے لے کر ماؤنٹ ایورسٹ فتح کرتی ساری نسلوں کی عورتوں کو دکھا کر واضح کرتی ہے کہ جڑوں کو آگے بڑھنے کے لیے گہرائی چاہیے۔ سمجھوتوں کی زندگی کا ورق پلٹ رہا ہے اور نظموں کا موسم بدل رہا ہے۔ ہماری شاعرہ خود کو یکتا کہلوانے کا جنون نہیں رکھتی۔ وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ شاعر کسی بھی موضوع کو موضوعِ سخن بنا سکتا ہے۔ مایاکوفسکی کے پاس ایک نوٹ بک تھی جس پر وہ ہر وقت لکھتا رہتا تھا۔ تنویر انجم کے پاس ایک اسلوب ہے جو فنکارانہ رویے سے مرتب ہوا ہے۔

کشور ناہید

جولائی 2020

دیباچہ

''نئی زبان کے حروف'' تنویر انجم کی نثری نظموں کے سات مجموعوں سے انتخاب پر مشتمل ہے۔ آخر میں تین نئی نظمیں بھی شامل ہیں۔ اس انتخاب کا عنوان، ایک کتاب کے نام سے بڑھ کر ہے۔ نام (کتابوں، لوگوں، چیزوں کے) بھیڑ میں گم ہونے سے بچنے کی خاطر رکھے جاتے ہیں۔ اس نام میں اس کے علاوہ بھی کچھ خصوصیات ہیں۔ ''نئی زبان کے حروف'' کا تعلق نثری نظم، نئی طرز کی شاعری، تانیثی طرز احساس اور شاعرہ کے تخلیقی سفر سے بہ یک وقت ہے۔ شاعری کا اوّل و آخر زبان ہے۔ اسے جو کچھ کہنا ہے؛ جس تجربے، جس تصور، جس خیال یا جس نظریے کو پیش کرنا ہے، اس کی تشکیل اور ترسیل زبان کی مرہون ہے۔ لیکن کون سی زبان؟ یہ سوال ہر لکھنے والے کو عموماً اور شاعر کو خصوصاً درپیش ہوتا ہے۔ نیز ہر اس شخص کو بھی جو عام زندگی میں اپنے اظہار کو ''مستند'' بنانا چاہتا ہو۔ واضح رہے کہ مستند اظہار خود بہ خود منفرد ہو جاتا ہے۔ مستند اظہار ایک ہمالیائی ہدف کو سر کرنے کے برابر ہے۔ یہ رائج زبان اور شخصی احساس کے درمیان خلیج ختم کرنے کا عمل ہے۔ شاعر یکسر نئی زبان ایجاد نہیں کر سکتا، حالاں کہ وہ نئے شخصی احساسات کے باعث اسے ناگزیر سمجھتا ہے۔ وہ رائج زبان میں مداخلت کرتا ہے، رائج پیرایوں کی توڑ پھوڑ کرتا ہے؛ شئے کے گھر میں ہاتھی کی مانند گھستا ہے اور پھر کہیں اپنی زبان یا زیادہ صحیح لفظوں میں اظہار کے پیرایوں کا ایک نیا نظام وضع کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ لفظیات، استعارے، علامتیں، تمثیلیں، سب اسی نظام کا حصہ بنتی ہیں۔ اپنی اب تک کی شاعری کے انتخاب کے لیے ''نئی زبان کے حروف'' کا عنوان منتخب کرنے کا مطلب اس یقین کا اظہار ہے کہ ان سب مجموعوں میں نئی زبان اختراع کرنے کا عمل مشترک ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اسی عنوان کی نظم ان کے دوسرے مجموعے ''سفر اور قید کی نظمیں'' (مطبوعہ 1992) میں شامل تھی۔

''ان دیکھی لہریں'' تنویر انجم کی نظموں کا پہلا مجموعہ تھا۔ اس کی اکثر نظموں میں گیت کا آہنگ

ہے۔ اسی لیے ارضی و حسی محبت، فطرت کے جمال کی ستائش اور ماورا کا احساس بہ یک وقت ہوتا ہے۔ چوں کہ حسن کے سب مظاہر وقتی مسرت دیتے ہیں، اس لیے بے ثباتی کا احساس بھی اس مجموعے کی نظموں میں ملتا ہے۔ لیکن بے ثباتی کے اس احساس میں ابھی انسانی ہستی کے فانی ہونے کا المناک پہلو شامل نہیں؛ یہ انسانی جذبوں، انسانوں اور چیزوں کے تغیر پذیر ہونے کا احساس ہے۔ ''ترے خواب کی چادر اوڑھے/اپنے اندر سو جاؤں'' یا ''جب خواب روح میں پھیلتا ہے، جنگ بن جاتا ہے'' کو اس مجموعے کا موتیف کہا جاسکتا ہے۔ دوسرے مجموعے کی فضا یکسر بدلی ہوئی محسوس ہوتی ہے جو دس برس بعد شائع ہوا۔ اس مجموعے سے جو نظمیں تنویر انجم نے شامل کی ہیں، ان میں پہلی نظم ''نئی زباں کے حروف'' ہیں۔ پہلے مجموعے میں ایک نظم ہے ''ان لکھے حروف''۔ اس میں دو سطریں ہیں: ''کچھ اندھیروں کے آغاز ملتے نہیں/راز ملتے نہیں''۔ ''نئی زباں کے حروف'' میں لگتا ہے کہ اندھیروں کا آغاز مل گیا ہے اور وہ راز جسے (انسانی ہستی، اور اس کی آگہی کا) مخفی خزانہ بھی کہہ سکتے ہیں، وہ مل گیا ہے یا کم از کم اس کی طرف جانے والے راستے کی آگہی مل گئی ہے۔ اس قدرے طویل نظم میں تنویر انجم نے بہ طور شاعرہ نئی زبان یعنی اپنی زبان دریافت کرنے کی طرف اہم پیش قدمی کی ہے۔

زبان میں کہنا اور سننا دونوں شامل ہیں۔ اس نظم کے ہر ٹکڑے کا آغاز ''میں کہتی ہوں'' یا ''میں سنتی ہوں'' سے ہوتا ہے۔ وہ سننے اور کہنے دونوں میں ''میں'' یعنی اپنی موضوعیت کو شامل رکھتی ہیں۔ کہنے والے کئی ہیں: لوگ، زمانہ، ماضی، کتابیں، روایات، زبان کے سٹیریو ٹائپ۔ سننے والی ایک ہے: عورت۔ وہ صدیوں سے کلام کے دوسرے سرے پر ہے۔ کہنے والا اپنے کلام سے فعال اور سننے والا روایتی طور پر منفعل ہے۔ اس نظم کی متکلم، سننے کے ساتھ کہتی بھی ہے۔ وہ پورے ارتکاز کے ساتھ سنتی ہے۔ یہ ارتکاز خواہ تاریخی طور پر منفعل ہستی کے طور پر تسلیم کیے جانے کا نتیجہ ہو، مگر ارتکاز اور خاموشی کی مدد سے سننے والا خود کو، اپنی طاقت کو یکجا کرسکتا ہے۔ جو کچھ غور سے سنا جاتا ہے، اسے پوری طرح سمجھا بھی جاتا ہے، اسی لیے اس سب کو تہ و بالا بھی کیا جاسکتا ہے جو سنا جاتا ہے۔ نظم کی متکلم اس لیے بھی سنتی ہے کہ وہ سب سنے ہوئے کو اپنے کہنے کی مدد سے پلٹا سکتی ہے۔ اس نظم سے کچھ حصے دیکھیے:

میں سنتی ہوں
میں قبرستان میں مردوں کے جشن میں
گائے جانے والے گیت کے علاوہ

کسی نئے دن کے افتتاح کا گیت نہیں گا سکتی

میں کہتی ہوں
میں اک سورج کو دیکھنے
اور اک نئی بات ڈھونڈنے کے لیے
بہت دور تک جاؤں گی

میں سنتی ہوں
اچانک ذہن کی گرفت میں آجانے والی روشنی
زیادہ قابل بھروسا نہیں ہوتی

میں سنتی ہوں
میں اک آگ میں جلنے کے بعد پیدا ہوئی ہوں
جو اک ناکام تجربے کے نتیجے میں
تجربہ گاہ میں لگ گئی
اور وہ گھر میری اصل ہے
جو ایک بے اسباب مسافر کا لوٹا ہوا ہے

میں کہتی ہوں
میں ازلی گناہ سے بوجھ نکال دینے والوں کے ساتھ
رقص کروں گی
میں کہتی ہوں
زیر زمیں چیزوں میں
قبر اور خزانہ دونوں شامل ہیں

جہاں میرے زندہ جسم پر مٹی ڈال دی گئی

اتفاق سے وہیں اک خزانہ نکل آیا

اس نظم کو تنویر انجم کی عمدہ نظموں میں شمار کیا جانا چاہیے۔ یہ صدیوں سے ستم رسیدہ عورت کی کہانی ہے مگر اس نے اسی ستم رسیدگی ہی سے ---یعنی کسی اور کی مدد کے بغیر محض اپنی حالت کی پہچان ہی سے --- یہ عرفان حاصل کرلیا ہے کہ وہ تشدد کی حقیقی اور تعبیری صورتوں (جو سٹیریو ٹائپ کی صورت میں روا رکھی جاتی ہیں) کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ وہ ان سب کہانیوں کو سننے کا حوصلہ رکھتی ہے جن میں اسے انسانی درجے سے کمتر سطح کی مخلوق کہا گیا ہے۔ وہ انکار کرسکتی ہے اور نظم لکھ سکتی ہے، کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ نظم، ستم رسیدہ مخلوق کی نجات کا سب سے معتبر ذریعہ ہے۔ وہ نظم میں اس عزم کا اظہار کرسکتی ہے: ''میں کہتی ہوں/ میں اپنے کٹے ہوئے پیڑ کی شاخوں سے/ اک نئی زباں کے حروف لکھ سکوں گی/ اور پتوں سے اک آگ جلا سکوں گی''۔ اپنے وجود کے کٹے ہوئے پیڑ سے جس زبان کے حروف دریافت کیے جاتے ہیں وہی مستند ہوتے ہیں اور انھی سے محبت، آگہی، زندگی کی آگ جلائی جاسکتی ہے۔ اور نظموں میں بھی تنویر انجم عورت کے لیے درخت اور اس کی کٹی ہوئی شاخ کے استعارے استعمال کرتی ہیں۔ استعارے، شاعر اور دنیا کے تعلق کی سب سے گہری اور معتبر خبر دیتے ہیں۔ درخت نمو، جمال، ایثار، برداشت، استقامت، بزرگی کا استعارہ ہے۔ تاریخی وثقافتی طور پر آگہی کی علامت بھی ہے۔ کٹی ہوئی شاخ، زندگی وتاریخ کے پورے عمل سے ایک الگ، بیگانہ کیے گئے وجود کا استعارہ ہے۔ ''یہ محض اتفاق ہے'' کی دو سطریں دیکھیے:

ہم درختوں کی ان شاخوں میں سے ہیں

جنھیں تراش کر دنیا کے باغ کو خوبصورت بنایا جائے گا

شاعری خود نہیں چیختی؛ اسے اگر چیخ کو پیش کرنا ہو تو ایک عجب لسانی اہتمام کرتی ہے۔ وہ استعارے کے ساتھ ساتھ طنز، آئرنی یا ابہام کی دوسری صورتیں اختیار کرتی ہے۔ ان دو سطروں میں طنز اور آئرنی ہے۔ باغ، جنگل کی تراش سے وجود میں آتے ہیں۔ باغ ثقافت ہے اور جنگل فطرت ہے۔ دونوں میں وہی فرق ہے جو عورت اور اس کے جینڈر میں ہے۔ عورت مرد ہی کی مانند فطرت ہے مگر اس کی صنف پدری ثقافتی تعصبات سے مملو ہے۔ یہ دو سطریں کہہ رہی ہیں کہ: ''ہم عورتیں'' جنگل/ فطرت سے کاٹی گئی شاخیں ہیں تا کہ دنیا کے باغ کا حسن پیدا کیا جاسکے۔ ساری آئرنی، دنیا کے باغ کے اس حسن میں ہے، جس کی اساس تشدد اور بیگانگی پر ہے۔

تنویر کے موضوعات اپنی ہم عصر شاعرات سے مماثل ہو سکتے ہیں مگر ان کی زبان نہیں۔ وہ ان شاعرات (اور شاعروں) کے راستے پر نہیں چلیں جو چیخ اور احتجاج کو شاعری کی قلمرو سے نکال کر کسی چوراہے پر لگائے گئے نعرے میں بدل دیتی ہیں یا بدل دیتے ہیں۔ راقم یہ نہیں کہہ رہا کہ نسائی لہجہ مدھم ہونا چاہیے (جو بہ ہر حال سٹیریوٹائپ ہے) نہ یہ کہہ رہا ہے کہ ان کی شاعری میں عورتوں، بچوں، مزدوروں اور سماج کے حاشیے پر دھکیلے گئے طبقے کے ضمن میں احتجاج و مزاحمت نہیں؛ یہ سب ہے مگر وہ ایک ایکٹوسٹ کی مانند سڑک پر کھڑے ہو کر نعرہ زن ہونے اور شاعری کرنے کا فرق جانتی ہیں۔ دونوں کا سروکار یکساں ہو سکتا ہے مگر دونوں کی زبان ہرگز نہیں۔ راقم کو تنویر انجم کے ایکٹوسٹ ہونے کا علم نہیں۔ ان کی کتابوں سے یہ علم ہوتا ہے کہ نظم اور گیت، ان کا پیرایہ ہے۔ ''آخری قطار میں گایا ہوا گیت'' میں وہ پدرسری سماج کی ساخت کو موضوع بناتی ہے۔ یہ ساخت، دراصل طاقت کی سب شکلوں پر مرد کے اجارے سے عبارت ہے؛ اس میں عورت، خواہ وہ عاشق یا محبوبہ ہی کیوں نہ ہو، آخری قطار میں جگہ پاتی ہے۔ ایسے سماج میں مرد کی فتوحات کی جگہ ہوتی ہے، عورت کی نظموں اور گیتوں کی نہیں۔ لیکن اس نظم میں تنویر پدرسری سماج کی اس ساخت کو تہ و بالا (subvert) کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سماج و ثقافت کے حاوی بیانیے ہوں کہ سٹریوٹائپ یا انسان کش طاقت کا نظام، اس کی Subversion ادب ہی کر سکتا ہے۔ کیوں کہ ادب سب انسانوں، ان کے سب قسم کے جذبات اور سب طرح کے پیرایوں سے نجی نوعیت کا تعلق قائم کرتا ہے۔ ''آخری قطار میں گایا ہوا گیت'' سے لائنیں دیکھیے اور ایک بار پھر ان میں مضمر آئرنی کو دیکھیے:

میرے پاس جتنی فتوحات ہیں
ان سے دل کی سلطنت بھی نہیں بنائی جا سکتی
تمھارے پاس جتنی طاقت ہے
اس سے تمھارے نام پر ایک شہر بسایا جا سکتا ہے

شاعرہ بین السطور یہ سوال بھی اٹھاتی ہے کہ اس شہر میں عورت کی جگہ کہاں ہے یا کہاں ہو سکتی ہے؟ خود اس کا جواب بھی دیتی ہے کہ اس کی جگہ بس اتنی ہے کہ وہ جشن منانے والوں کی آخری قطار میں ایک گیت گا سکتی ہے، لیکن مرد کے نام پر بسنے والے شہر کے باسیوں کی یادداشت میں عورت کے گیتوں کی جگہ کہاں! اس کا گیت اگلے دن بھلا دیا جائے گا۔ عورتوں نے انسانی ثقافت کی تعمیر میں جو حصہ ڈالا، وہ

انسان کی مجموعی یادداشت کا حصہ کہاں بنا ہے! جسے ہم انسان کی مجموعی یادداشت کہتے ہیں، وہ مقتدر قوتوں کا انتخاب ہے۔

اگرچہ تنویر انجم کی شاعری کے موضوعات متنوع ہیں، تاہم نسائی صورتِ حال کو مرکزیت حاصل ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ''نسائی صورتِ حال'' کی اصطلاح کلیشے بن گئی ہے۔ اس کے ذکر سے اب کسی اہم اور منفرد تصور کا اظہار ہی نہیں ہوتا؛ اسے بے دردی سے ہر کہہ ومہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ راقم اس سے بچ کر تنویر انجم کی نظموں کے امتیازات کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ وہ اپنی ہستی یا مکمل وجود کے ساتھ اس دنیا کی صورت حال کو سمجھنے کی سعی کرتی ہیں جو اسے درپیش ہے۔ ہستی کے ادراک کے ساتھ بدلتی دنیا کو سمجھنا ایک اور ہمالیائی ہدف ہے؛ پہلا ایسا ہی ہدف زبان اور احساس کے درمیان خلیج کا خاتمہ ہے۔ سب شاعر یہ جرآت نہیں کرتے؛ اپنی ہستی کے روبرو آنے کی دہشت دنیا کے تشدد سے بڑھ کر ہے۔ تخلیق کار بھی اس سے بچنے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ تنویر انجم بھی پوری ہستی کے روبرو نہیں آتیں؛ انھیں وجود کی اپنی دہشت کے ساتھ ساتھ تاریخ وثقافت کے سٹیر یوٹائپ بھی ڈراتے ہیں۔ پدرسری سماج کی باز پرس سب لکھنے والیوں کا مسلسل تعاقب کرتی ہے اور وہ اس کا اظہار بھی کرتی ہیں۔ تنویر کے لفظوں میں یہ باز پرس دیکھیے: ''کہ گہرے سمندر میں کیوں تیری، گھنے جنگل میں خود راستہ کیوں تلاش کیا؟ کڑی دھوپ میں جان کیوں دی؟'' ('جان کے عوض')۔ اس بے اختیاری کو کیا نام دیا جائے کہ اپنی ہی جان پر اپنا اختیار نہیں۔ عورت گھر، دفتر، عوامی جگہ، یہاں تک کہ قبر میں، کہیں بھی ہے دراصل کٹہرے میں ہے؛ ایک احتسابی نگاہ مسلسل نگران ہے۔ کٹہرے میں کھڑا آدمی کس کو لکھے گا؟ ایسے آدمی کی حالت ایک مسلسل پیراڈاکس ہے۔ وہ اسی پیراڈاکس کو لکھے گا۔ پیراڈاکس میں بالائی سطح پر خود تردیدی یا تذبذب ہوتا ہے لیکن گہری سطح پر ہستی کی بنیادی سچائیوں کا اظہار۔ دیکھیے نظم ''ہوائیں سرد ہیں'' میں کس سادہ مگر رمزیہ پیرائے میں پیچیدہ صورتِ حال (پیراڈاکس) کو شاعرہ نے بیان کیا ہے۔

اگر میرے پاس ماچس کی ایک تیلی باقی ہوتی تو مجھے سوچنا پڑتا
میں اس سے آتش دان میں آگ جلاؤں
یا تمھارے ہاتھوں میں کانپتا ہوا سگریٹ

آتش دان اور محبوب یا شوہر کے ہاتھ میں سگریٹ، عورت کی دنیا، اس کی حدود اور ان حدود میں اس کے اختیار کی وضاحت کرتے ہیں۔ اسے اپنے وجود کی ساری آگ اسی دنیا کو دینی ہے۔ یہ ایک اور

دہشت ہے جس کا سامنا عورت وجود کی گہری سطح پر کرتی ہے۔ اسی نظم میں شاعرہ آگے لکھتی ہے: "پتا نہیں چلتا / ماچس کی تیلیاں کیسے ختم ہو گئیں / ۔۔۔ سارے پردے مت ہٹاؤ / باہر بارشیں تیز ہیں / پوری کھڑکیاں مت کھولو / آگے ہوائیں سرد ہیں"۔ ان سطروں کی اشاریت کس خوف، کس احتیاط کی طرف دھیان لے جاتی ہے، یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بارش، پردے، کھڑکیاں، دروازے، سرد ہوائیں عورتوں کی شاعری کے کلیشے ہیں، لیکن یہی کلیشے ان کی سماجی و نفسی حالت کو بیان کرتے ہیں۔ نیز گھر اور باہر یا نجی وسماجی دنیاؤں کے درمیان ان کے تعلق کی خبر دیتے ہیں۔ تنویر انجم دیگر جگہوں پر بھی عورت کی پیراڈاکسیائی دنیا کو لکھتی ہیں اور کیا عمدہ انداز میں! وہ باہر کی پھیلی دنیا سے بھی استعارے منتخب کرتی ہیں۔

سمندر میں نمک بہت ہے
تاریخ میں جنگیں بہت ہیں
(الوداع کہنے سے پہلے)
آگ میری کتابوں سے شروع ہوئی
اور بستر تک پہنچ گئی
(سب سے اچھا کھلونا)
میری عبادت گاہ کو کسی گھر سے آگ نہیں ملی
مجھے آتش دان کو روشن رکھنے کا طریقہ جاننے کے لیے
اپنے دل کو جلانا پڑا
اور اتنی دور تک جانا پڑا
(خار چنتے ہوئے)

وہ ہستی کے دہشت خیز رخوں کا سامنا جرآت سے کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ نیز مسلسل بدلتی دنیا سے وہ اپنی ہستی کے انھی رخوں کے ساتھ مکالمہ کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس سے ان کی نظموں میں سوانحی عنصر پیدا ہوتا ہے۔ اگلے مجموعوں میں وہ مغربی دنیا، مشرق، ایشیا، افریقا، لاطینی امریکا و آسٹریلیا سے اس کے تعلق پر نظمیں لکھتی ہیں، لیکن ہر جگہ "نسائی ہم دلی" سب نظموں میں دکھائی دیتی ہے۔ وہ سب لوگ جو کسی بھی طرح محروم، فراموش اور راندہ مرکز کیے گئے اور ان کے لیے جینا، ایک ختم نہ ہونے والی آزمائش ہے، ان کی نظموں میں مرکزی کردار بنتے ہیں۔ اسی طرح انسانی ہستی کے وہ رخ جو فراموش کیے جانے

کے سبب، ظاہر ہی نہ ہو سکے یا انھیں بھلا دیا گیا انھیں وہ نظموں میں لاتی ہیں۔ ان کی نظمیں پڑھتے ہوئے لگتا ہے کہ جیسے ان کا وجود پھیل گیا ہے اور جہاں جہاں دکھ ہے، وہ ان کی یادداشت میں جگہ پا گیا ہے۔ اسی پس منظر میں کچھ نسائی آرکی ٹائپل امیج اور کچھ نسوانی کردار (جنھیں وہ اپنے عصر سے منتخب کرتی ہیں)، ان کی نظموں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ دو مختلف سمتوں میں بہ یک وقت چلنے کا عمل ہے؛ عمودی اور افقی۔ آرکی ٹائپل امیج ثقافتی لاشعور سے برآمد ہوتے ہیں (ذات کے عمود میں) جب کہ دیگر کردار آس پاس کی حقیقی دنیا سے۔ اپنے تیسرے مجموعے ''طوفانی بارشوں میں رقصاں ستارے'' جو 1998 میں شائع ہوا، اس میں وہ یہ دونوں قسم کے نسائی کردار تخلیق کرتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ استعارے کے بعد کردار کی تخلیق اگلا قدم ہے۔ دوسرے مجموعے میں نینسی بہ طور کردار آئی تھی۔ تیسرے مجموعے میں نیلوفر کا کردار ہے جو اپنی اصل میں آرکی ٹائپل ہے۔ ژنگ نے عورتوں کے یہاں اینیمس کے آرکی ٹائپ کی نشان دہی کی ہے جو دراصل مرد کا مخصوص تصور ہے۔ تنویر کی نظم اس کے برعکس نسائی آرکی ٹائپ سامنے لاتی ہیں۔ کیا وہ پدرسری سماج کے ساتھ ساتھ مرد اور عورت کی نفسی دنیا میں موجود مرد کے امیج سے بھی مایوس ہو گئی ہیں؟ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے اور اپنی تنہائی اور بے ثباتی کو قبول کرنے کی طرف ایک نفسی پیش رفت بھی۔ نیلوفر حسن کامل ہے؛ وہ وقت، اس کے قہر یعنی زوال سے باہر ہے۔ وہ ایک مکمل عورت ہے، یعنی مثالی وجود ہے جسے خود شاعرہ نے اپنی ہستی کی گہرائی میں دریافت کیا ہے۔ اینیمس عورت کا غیر ہو سکتا ہے، لیکن نیلوفر نہیں۔ اس نے شاعرہ کو دائمی فتح بخش دی ہے؛ دنیا کو آسان اور قابل مذاق بنایا ہے۔ اس کی مماثلت شہرزاد سے ہے۔ لامحدود خلاقیت کے ذریعے نجات کی علامت۔ یہ دوسری بات ہے کہ شاعرہ نیلوفر کو خود سمیت کسی بھی دوسرے کردار سے یکسر مختلف قرار دینے پر مصر ہیں۔

دنیا میں نیلوفر کا کوئی مقابل ہے اور نہ متبادل
ایسا ہو سکتا ہے
میں اس کا پیچھا کرتے دور نکل جاؤں
میں اس کا پیچھا کرتے مٹی میں دھنس جاؤں
میں اس کا پیچھا کرتے عالم انبساط میں مر جاؤں
بے شک، کسی بھی مثالیے/نجات دہندہ سے وصل موت کے مساوی ہوتا ہے۔ آگے تنویر نیلوفر

الماس کا کردار متعارف کرواتی ہے جو نیلوفر ہی کا تسلسل ہے۔ لیکن یہ کردار تادیر ان کی نظموں میں دکھائی

نہیں دیتا۔ جہاں تک دوسرے نسوانی (اور کچھ مردوں اور بچوں کے) کرداروں کا تعلق ہے، ان میں واقعیت کا عنصر وافر ہے۔ فارینہ، مائرہ، کیتھرین، امارانتا، نازنین صادق، گل بانو، گلزار فاطمہ اور تیان وانگ لی/ ٹمپی لی اون وغیرہ۔ یہ سب کردار اس مفہوم میں عالمی ہیں کہ دنیا کے مختلف ملکوں سے ان کا تعلق ہے۔ ان کی کہانیاں بھی ملتی جلتی ہیں۔ جنگیں، طبقاتی عدم مساوات، نسل پرستی، جلاوطنی، نئی استعماری شناختیں، محبت سے محرومی، بڑھتی عمر، بچوں کے لیے ماؤں کی پریشانی ان کرداروں کی زندگی کو المیوں سے بھر دیتی ہیں۔ ان نظموں کو پڑھتے ہوئے ہمیں تاریخ اور واقعیت کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ واقعی کرداروں کے سبب نظموں میں روزمرہ زبان اور کہانی کے عناصر بڑھ گئے ہیں۔ یہ خصوصیات ان کے اگلے مجموعے ''زندگی میرے پیروں سے لپٹ جائے گی'' (2010) میں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک اور تبدیلی بھی ان کی نظموں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ عام بول چال کی زبان۔ یہ زبان جتنی آسانی سے دستیاب ہوتی ہے، اس میں شاعری اتنی ہی مشکل ہے۔ نثری نظم میں یہ مشکل اور بڑھ جاتی ہے۔ عام بول چال کی نثریت، نثری نظم کے لیے آزمائش سے کم نہیں ہوتی۔ اگرچہ نثری نظم کے لیے کوئی کلیہ نہیں بنایا جاسکتا، مگر دو ایک باتیں بہرحال کہی جاسکتی ہیں۔ نئی نئی تمثالوں پر مبنی ایسے ٹکڑے جن میں بہ ظاہر منطقی ربط نہ ہو؛ بیانیہ، تمثیلی اور حکایتی انداز جو اساطیر اور بعض الہامی کتب میں ملتا ہے۔ دنیا کی اچھی نثری نظموں کی شعریات کے اور اصول بھی ہیں جنھیں نثری نظم لکھنے والے ہی توڑتے رہتے ہیں۔ اردو میں مبارک احمد سے افضال احمد سید، ثروت حسین، نسرین انجم بھٹی، سارہ شگفتہ، ذیشان ساحل، عذرا عباس تک اور عبدالرشید، علی محمد فرشی، نصیر احمد ناصر، ابرار احمد، یاسین آفاقی تک نے الگ الگ طریقہ اختیار کیا ہے۔ خود تنویر انجم کے یہاں اسلوب کی تبدیلی ملتی ہے۔ وہ جس نئی زبان کے حروف دریافت کرتی ہیں، وہ fluidity کی حالت میں رہتی ہے۔ اور یہی طریقہ مناسب ہے، اگر آپ نے تخلیق کے سلسلے کو جاری رکھنا ہے۔ تخلیق کار سب سے زیادہ خود سے انحراف کرتا ہے اور خود کو اپنا حریف خیال کرتا ہے۔ یہاں اہم سوال یہ ہے کہ خود سے انحراف کے بعد لکھے جانے والی تحریریں کس مرتبے کی ہیں؟

عام بول چال میں شاعری اس لیے مشکل ہے کہ ایک تو اس میں یکسانیت یا کلیشے کہیے، وہ وافر موجود ہوتے ہیں، دوسرے عام بول چال کئی گہرے انسانی تجربوں کی بھی امین ہوتی ہے؛ یعنی اس میں باقاعدہ شاعرانہ ٹکڑے موجود ہوتے ہیں۔ شاعری کی تخلیق، دوسروں کے کہے کو دہرانے سے باز رہنے کا نام ہے، خواہ دوسروں نے کتنی ہی ابدی اہمیت کی دانش بھری باتیں کہی ہوں۔ تنویر انجم اس زبان کو

اجنبیانے کی کوشش کرتی ہیں، کسی نئی کہانی کی مدد سے، کسی نئے پیرائے کی صورت۔ کہیں نئی تیکنیک کی صورت۔ گفتگو اور سوال و جواب، ان کی نظموں کی اہم تیکینیک ہے۔ ان کی متعدد نظمیں دو دو سطروں کے ''بندوں'' پر مشتمل ہیں۔

ایک نئی آگہی ان کی نظموں میں ظاہر ہوتی چلی گئی ہے کہ دنیا میں سب چھوٹی بڑی اشیا آپس میں جڑی ہیں لیکن انسان کی تنہائی اس کی تقدیر ہے۔ مثلاً وہ سولیٹیر کے کھیل پر نظم لکھتی ہیں، کیوں کہ یہ کھیل معمول کی زندگی کے برعکس زندگی کا احساس دلاتا ہے۔ خود کھیل اسی پیراڈاکسیائی حالت کو پیش کرتا ہے جس کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ کھیل، زندگی کے سنجیدہ معمول سے الگ بھی ہے، اس سے فرار بھی اور اس جنگ و جارحیت کو بھی پیش کرتا ہے جو حقیقی طور پر زندگی میں موجود ہیں۔ سولیٹئر اس لیے مختلف ہے کہ اس میں کوئی حریف نہیں ہوتا۔ کیسا پیراڈاکس ہے کہ کھیل بھی ہو اور حریف کے بغیر۔ سب فیصلوں کے اختیار، یہاں تک کہ قدری فیصلوں کا اختیار بھی، ایک ہی آدمی کے پاس ہے۔ ایسی پناہ گاہ، ایسا کھیل کس کا آدرش نہیں ہوگا!

کہ سولیٹئر میں زندگی کے برخلاف
اچھی بات یہ ہے
کہ ایک نامعلوم، غیر مرئی دشمن کے ساتھ
مکمل طور پر قسمت پر منحصر
تنہا بے معنی، لاحاصل مقابلے میں
اسے بے ایمانی سے
کوئی روک نہیں سکتا

علاوہ ازیں سولیٹیر اسی طرح غیر کے بغیر ہے، جس طرح نیلوفر اور نیلوفر الماس کے کردار ہیں۔ گہری نفسی سطح پر وہ ایک ایسی تنہائی سے دوچار محسوس ہوتی ہیں جسے کوئی نہیں بانٹ سکتا۔ اگر کوئی یہ کوشش کرتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ غیر میں بدل جاتا ہے، سوائے شاعری کے۔ مثالی کردار بھی شاعری ہی کے دین ہیں۔ نیز سولیٹیر کا کھیل، ایک نظم کی مانند بھی ہے؛ دونوں اصل میں اختراعی ہیں مگر حقیقی اثر کے حامل ہیں۔

تنویر انجم روزمرہ عام سے واقعے سے کچھ اہم سوالوں کو بھی سمجھنے کی سعی کرتی ہیں۔ مثلاً ایک نظم میں وہ کہتی ہیں کہ مردمی کا احساس لڑکوں میں اوائل عمری سے ہوتا ہے۔ انھیں اگر گڑیا، شہزادی، پری کہا

جائے تو برا مانتے ہیں۔ کیا یہ ثقافتی جین ہے جولڑکے کو اپنی مردانہ شناخت کے سلسلے میں بچپن ہی سے حساس بنادیتا ہے؟ سوچنے والی بات ہے۔ اسی طرح ایک اور روزمرہ کے معمول کے واقعے پر بنی نظم میں وہ شناخت کا پیچیدہ سوال اٹھاتی ہیں۔

آپ کی شناخت
صرف اس سے ہے
جو آپ کے پاس ہے
آپ کی پلیٹ کی کانٹوں بھری مچھلی

اس میں کچھ گہری باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ شناخت وہی ہے جس پر آپ کی دسترس ہے؛ خواہ وہ کانٹوں بھری مچھلی ہی کیوں نہ ہو اور وہ پلیٹ کی مانند محدود ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں زبان اور ثقافت (خواہ ان میں کانٹے ہوں) کے اس علم کو شامل کرلیں جو آپ کو ملا ہے یا جو آپ نے حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی ثقافت کے افراد میں مختلف شناختیں ہوتی ہیں۔ اس میں شناخت پر طنز بھی موجود ہے۔ اب شناخت کا سوال، فلسفے، ثقافتی بشریات اور ادبی تنقید سے ہوتا ہوا کزین تک پہنچ گیا ہے۔ کیا اس لیے کہ عالمگیریت کے عہد میں کزین لوگوں کی ثقافتی شناختوں میں اساسی فرق کرنے لگے ہیں؟ یا اب ثقافت کا سوال ہی ابسرڈ ہو گیا ہے؟ یہ نظم یہ سب سوالات اٹھاتی ہے۔ شناخت کے سوال کو وہ ''نئے نام کی محبت'' (2013) میں بھی سامنے لاتی ہیں۔ یہاں شناخت کا سوال نیم فلسفیانہ ہے۔ نظم ''تمھاری بولی کی رنگینیاں'' میں وہ یہ باور کراتی محسوس ہوتی ہیں کہ ہماری دنیا وہی ہے جو ہماری زبان میں ہے۔ دنیا بھی اتنی ہی وسیع ہے جتنی آپ کی زبان۔ محبت کے بھی اتنے ہی رنگ جتنے اس کے نام۔ نام شناخت ہے۔ نیا نام نئی شناخت ہے۔

اور محبت کے لیے ڈھونڈو
بہت سارے نام
میرے ساتھ مل کر
تاکہ ہم کرسکیں ہر دفعہ
نئے نام کی محبت

نام شے کو اس کے حقیقی سیاق میں مستحکم کرتا ہے اور اس سے آدمی کو ہم رشتہ کرتا ہے۔ نظم ''کوئی

قیامت تو نہیں'' (جو'فریم سے باہر' نام کے مجموعے میں شامل ہے) بہ ظاہر بالکل سادہ سی نظم ہے مگر مفہوم میں سادہ نہیں۔ ''یہ کوئی پرندے تو نہیں/ میرے کبوتر ہیں'' اور ''یہ کوئی سیارہ تو نہیں/ میری زمین ہے''۔ ان میں اسم نکرہ کی بجائے معرفہ میں یعنی اصل نام کے ساتھ پکارا گیا ہے۔ معرفہ میں ملکیت، اپنائیت اور قربت کا احساس ہے، جب کہ نکرہ میں ایسی عمومیت ہے جو لاتعلقی پیدا کرتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آدمی کا رشتہ خاصا پیچیدہ ہے۔ یہ آدمی کو آزادی بھی دیتی ہے اور جبر کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ جب مخصوص نام، لیبل، سٹیریو ٹائپ انسان کے لاشعور میں پہنچ جاتے ہیں اور انھیں معرض سوال میں نہیں لایا جاتا تو وہ جبر کو برقرار رکھنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ خیال ان کی نظم ''یہ کیا نظم سوچی ہے'' میں پیش ہوا ہے۔ نیز کس طرح زبان استعماری کردار ادا کرتی ہے، اسے ''سورج کی کرنوں کی طرح'' میں پیش کیا ہے۔ کس طرح ''وہ''، یعنی استعمار کار صومالیہ، نیوگنی، آسٹریلیا کے قدیم قبائل کے بچوں کو اپنے پاس (تعلیم کے لیے) لے جاتے ہیں اور ان کی لوک کہانیاں اپنی زبان میں لکھواتے ہیں۔ اپنی کہانیاں دوسروں کی زبان میں، دوسروں کے لیے ہی ہوتی ہیں؛ انھی کو یہ ''علم'' دیتی ہیں کہ ''ہم''، یعنی استعمار زدہ اپنی دنیا کو کیسے دیکھتے ہیں اور یہ علم خود ہم ہی پر اجارے کے کام آتا ہے مگر ہم استعمار زدگان ''عالمی'' ہونے کے التباس میں یہ خدمت بہ خوشی انجام دیتے ہیں۔ اسی سے ملتا جلتا خیال ''تمھارا کیمرہ نسل پرست ہے'' میں پیش ہوا ہے۔ لیکن استعماریت صرف غیر ملکی نہیں مقامی بھی ہے۔ ''مسز کیرولین کی بلیاں''، ''منسٹر صاحبہ کی پاور پوائنٹ فائل'' مقامی استعماری طبقے پر طنز کی حامل ہیں۔ ''راتوں کو بیدار'' میں بھی ردّ استعماری تفہیم پیش ہوا ہے۔ استعمار اپنی زبان، کتابوں کی مدد ہمارے خوابوں یعنی ہماری تنہائی کی آخری سرحد میں بھی داخل ہو جاتا ہے۔

کتنی رات جگایا
ہاتھوں پر بوجھ
غیر ملکی کتابوں نے
کتنی رات جگایا
آنکھوں پر بوجھ
غیر ملکی خوابوں نے

عام سی اشیا کس طرح گہرے معنی کی حامل ہو سکتی ہیں، اس کی ایک اور مثال ''بستر میں چیونٹی''

ہے۔ اپنی جسامت کے لحاظ سے وہ حقیر نظر آتی ہے (کوئی مخلوق حقیر نہیں ہو سکتی) اور اس کے لیے آدمی کی انگلی خدا کی مانند اس کی حیات وموت کا فیصلہ کر سکتی ہے لیکن وہ حقیر نہیں ہے؛ وہ علامتی سطح پر ہی نہیں، حقیقت میں بھی انسان کی بستر کی زندگی، اس کی نیند، خواب اور تنہائی ۔۔ کو کانٹوں بھرا بنا سکتی ہے۔ نیز انسانی رشتوں میں ان کہی رکاوٹ کو سمجھنے میں یہی چیونٹی (کی علامت) مدد دے سکتی ہے۔

چھوٹی چھوٹی چیزیں کیسے بڑے نظام سے جڑی ہیں، کیسے معمولی چیزوں سے بڑے معانی اخذ ہو سکتے ہیں یا واقعی موجود ہوتے ہیں، یہ تفہیم ان کی نظم ''تتلیوں کی پھڑ پھڑاہٹیں'' میں بہترین صورت میں ظاہر ہوا ہے جو ان کے مجموعے'' حاشیوں میں رنگ'' (2016) میں شامل ہے۔ بارہ مختصر حصوں پر مشتمل یہ نظم ان بڑے المیوں کو بیان کرتی ہے جو کسی معمولی سی بات سے شروع ہوتے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز ایک دوسرے سے جڑی ہے، اس کا احساس ان کے یہاں پہلے سے چلا آتا ہے۔ اس نظم میں وہ باور کراتی ہیں کہ تتلیوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ دیکھنے میں معمولی ہے مگر اس سے طوفان جنم لے سکتے ہیں۔ یہ ایک ابسرڈ خیال ہے، اگر چہ سائنسی طور پر ثابت ہے جسے ''تتلی کا اثر'' (Butterfly effect) کہا گیا ہے۔ کائنات میں ہر معمولی حرکت سفر کرتی ہے اور دوسری حرکات سے مل کر غیر معمولی ہو جاتی ہے۔ یہ نظم ایک طرف کائنات کی ماحولیاتی سچائی کو اور دوسری طرف اس لغویت کو بھی پیش کرتی ہے کہ کس طرح درخت سے گرنے والا سوکھا پتا ایک شخص کی قسمت میں دوسرے شخص کو ہمیشہ کے لیے شامل کر سکتا ہے اور پھر اس کی زندگی کا حاکم بن سکتا ہے۔ کس طرح معمولی زکام کے باعث سکول نہ جا سکنے پر بچہ ماسٹر کی مار سے بددل ہو کر سدا کے لیے تعلیم کو خیر باد کہہ سکتا ہے۔ ایک پرندے کا دائیں کے بجائے بائیں مڑنا زمین پر لوگوں کی تقدیریں الٹ سکتا ہے؛ بارش سے پھیلنے والی کیچڑ سے جنگی گھوڑے پھسل کر اہم جنگ ہار جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے بہ ظاہر لغو واقعات، حقیقی المیوں کو جنم دیتے ہیں۔ شاعری ہمیں ان المیوں کی اصل، نوعیت، اثر کے بارے میں حساس بناتی ہے اور ہمارا دھیان ماضی کی طرف لے جاتی ہے اور ہمیں ایک ''اگر'' کے ذریعے اپنی اور دنیا کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد دے سکتی ہے۔ تنویر انجم کی نظموں کے سلسلے میں آخری بات یہ کہ جب المیے گیت کے انداز میں لکھے جائیں گے تو وہ زندگی کو عفریت کی مانند ہڑپ نہیں کر سکیں گے!

ناصر عباس نیرّ

لاہور، 30 مئی 2020

ان دیکھی لہریں

(1982)

انتخاب

دوراہا

ایک خوب صورت نظم
یا ایک دن کا سُکھ؟
ایک بھُوکا دن
یا ایک سوتی رات؟
ایک لمبا سفر
یا ایک لمبی کار؟
ایک ٹھنڈی ریت
یا ایک اونچا مکان؟
ایک بدصورت جنگ
یا ایک خوب صورت لڑکی؟
ایک مشکل کتاب
یا ایک بھولا بچہ؟
ایک بولتی خامشی
یا ایک گونگا شور؟
ایک پاگل خواب
یا ایک چھوٹا جیون؟

پہلے موسم کے بعد

جنم کا پہلا دیومالائی موسم گزر گیا
اور تم رُک گئے
آخری قدم کے آگے دیوار کی اینٹیں چُنتے چُنتے رات ہوگئی
تو میں نے سوچا
جانے زنجیروں کا طول کون سے موسم سے کون سے موسم تک ہے
مگر آگے صرف لامحدودیّت ہے
یا پھر دیوار
جس کی اینٹوں کا گارا وقت کی مٹّی سے بنا ہے
تنہائی کا پانی آخری قدم کے آگے دیوار کو مضبوط کر دیتا ہے
تو اچانک رات اپنا سر اُٹھاتی ہے
تمھیں نہیں معلوم
سانپ ڈسنے سے پہلے کتنی دیر پھَن پھیلائے کھڑا رہا
اور تم کہاں رُکے تھے
اور اپنے آگے دیوار کی بلندی کے سامنے
تمھیں کچھ نہیں معلوم
صرف ایک بات کے سوا
کہ ہر جنم کا صرف ایک ہی دیومالائی موسم ہوتا ہے

اُجالوں کی دُلھن

موم بتی آخری لمحوں تلک آ جائے گی
موم بتی
موم بتی رات بھر خود کو اُجالوں کی دُلھن پہنائے گی
جاگتے لمحو! سُنو
جاگتے لمحو! کسی میدان میں چُپکے سے جا کر سو رہو
میری آنکھوں سے نکل کر دو گھڑی
جاگتے لمحو!
جاگتے لمحوں کو باہر لوٹنے کا راستہ دو
کھڑکیوں کو کھول دو
آسماں کے برگزیدہ حُسن کو کچھ دان دو
چاندنی کو دان دو
چاندنی کی ایک دیوانی کرن
جاگتے لمحوں کا راستہ روک لے
دو گھڑی
دو گھڑی کے واسطے
کوئی میرے تن بدن میں خامشی کو توڑ دے
موم بتی کی سنہری آگ سی جلتی ہوئی خامشی
خامشی کو نیند کی آبادیوں میں چھوڑ دو
نیند کی آبادیوں میں

آنکھ میں روکی ہوئی سب آتشیں محرومیاں گھلنے لگیں
رُکنے لگے
موم بتّی کے اُجالوں کی دُکھن
موم بتی کے اُجالوں کی دُکھن
نیند کی آبادیوں میں جانے کب تک آئے گی
موم بتّی
جاگتے لمحوں کے ساتھ
رات بھر اپنی سُنہری آنچ کی کرنوں بھری لذّت بھری
بربادیوں میں ڈُوب کر
آپ ہی جل جائے گی

ترے خواب کی چادر اوڑھے

ترے خواب کی چادر اوڑھے
ترے نیل گگن تک پہنچوں
ترے نیل گگن کا میں اک ٹوٹا تارا ہو جاؤں

ترے دریا دریا ڈوبوں
ترے دریاؤں کا میں اک بہتا دھارا ہو جاؤں

ترے صحرا صحرا گھوموں
ترے صحراؤں کا میں اک بھٹکا ذرہ ہو جاؤں

ترے جنگل جنگل بکھروں
ترے سبز درختوں کا میں سوکھا پتہ ہو جاؤں

تری راتوں راتوں ڈولوں
تری نیندوں کا میں بھولا بسرا سپنا ہو جاؤں

ترے دکھ پاتال میں اتروں
تری آنکھ کا میں اک ٹوٹا پھوٹا آنسو ہو جاؤں

مرے کل جیون کو تو بھی اک پل دو پل کو لے لے
ترے کل جیون کا میں اک مہکا لمحہ ہو جاؤں
ترے خواب کی چادر اوڑھے
اپنے اندر سو جاؤں

میں ہَری رہی

۔۔۔سوچ کی پری
آنکھ کے مزار
ناچتی رہی
۔۔۔ڈولتی رہی
بچپنوں کی باس
دل کے آس پاس
۔۔۔جاگتی رہی
لوریوں کی پیاس
۔۔۔وحشتوں کی گھاس
ڈھونڈتی رہی
تن کے جھونپڑے
شام کے قریب
شوق میں لدے
کچھ برآمدے
بازوؤں کے ساتھ
۔۔۔آہٹوں کی رات
بھاگتی رہی
۔۔۔گھومتی رہی
ایک جسم کی

حدّتوں کے ساتھ
حیرتوں کی بات
۔۔۔ہونٹ میں لدے
بادلوں کے ساتھ
کہکشاں کی آس
موسمِ شکست
چاٹتی رہی
۔۔۔میں ہَری رہی

گلاب جنگل

میں تو بہت دھیرے دھیرے شہر جا رہی تھی
یہ کیسا طوفان آیا ہے
برسہا برس سے سوچی ہوئی محبتیں
مجھے جنگلی گلاب کی طرح
راہ چلتے مل گئیں
یہ سُرخ تحفے
ساری آسمانی شہادتوں کے باوجود
صدیوں کی طویل سوچوں میں
بہت چھوٹے ہیں
آسماں ابھی تک نیلا ہے
سمندر ابھی تک وسیع ہے
رات ابھی تک کالی ہے
طوفان تو گزر گیا ہے
اور شہر ابھی تک نہیں آیا

دو آنکھوں کے ساحل پر

اتنے دریا آنکھوں میں کیسے آتے ہیں
اس سے دور
اس سے دور اندھیروں میں دریا بہہ کر کھو جاتے ہیں
پھر خالی خالی دنیا رہ جاتی ہے
دل گھبراتا ہے

وہ ہولے سے کہتا ہے
تم چپ چپ ہو
یوں چپ کیوں ہو؟
میں ہنستی ہوں
اور دور کہیں جھلمل دریا لہراتے ہیں
جانے کیوں سارے دریا رک جاتے ہیں
دو آنکھوں کے ساحل پر

پہلی ساعت کے بعد

اک کنول ندی کی دھیمی لہر میں بہتا ہوا
ایک خوشبو جنگلوں میں دیر سے پھیلی ہوئی
میں نے دیکھا
میں نے سمجھا
ساری لہریں ایک سی ہیں
سارے جنگل ایک سے
چاہوں تو میں اس کنول کو پانیوں سے چھین لوں
چاہوں تو میں خوشبوؤں کو چوم لوں
یہ نیند میری نیند ہے ان موسموں کا فرق کیا
سب جنگلوں میں پیڑ ہیں سب وادیاں گلزار ہیں
سب پھول میرے ساتھ ہیں ان راستوں کا فرق کیا
پھر وہ تنہا پھول میرے ہاتھ سے بکھرا ہوا
خوشبوؤں کے جھنڈ وہ آفاق کو جاتے ہوئے
اور دو آنکھیں کہ جن میں بادلوں کے عکس تک اترے نہیں
اور وہ دو ہونٹ جن میں پتیوں کے خواب بھی جاگے نہیں۔

ایک بے آباد گھر ہے
ایک بے آباد دل
اور میں ندی کنارے

پھول کے بکھرے ہوئے پتوں کو بیٹھی جوڑتی
سوچتی ہوں
پانیوں میں پہلے سے اب کیوں کنول کھلتے نہیں
خوشبوئیں کیوں جنگلوں میں دیر سے پھیلی نہیں

دو کھڑکیاں

وہ تنہا سی اجڑی ہوئی زندگی
وہ تنہا خزاں
سہاروں کے سرسبز و شاداب سے مرغزاروں کو وحشت میں بھولی ہوئی
کسی کے غموں میں بھٹکتی ہوئی
گھنے جنگلوں ہی میں کھوئی رہی
کہ جیسے بہت پاس اک ریشمی سا لبادہ کوئی سرسراتا رہے
کہ جیسے کوئی پتھروں سے دروں سے پکارا کرے
کہ جیسے کوئی سوکھے پتوں کے پیچھے چھپے پھول چپکے سے چنتا رہے
ہوا میں کھلی ادھ کھلی کھڑکیوں سے وہ جھانکا کرے

میں سوکھے درختوں کے محروم سائے میں بیٹھی رہی
ہواؤں کی سردی میں کچھ سرخ سپنے جلاتی رہی
بہاروں کے آتے ہی پتے بھی سرسبز ہو جائیں گے
بہاروں میں سب برف گھل جائے گی
اندھیروں کے ڈھلتے ہی اجلی شفق میں سفینے کناروں پہ آ جائیں گے
بلند آسمانوں سے آوارہ بادل برس جائیں گے
وہ بھولے ہوئے گھر کو لوٹ آئیں گے۔

مگر ان درختوں نے دامن مرا اب بھی تھاما نہیں

مگر اس ہوا نے مرا راستہ اب بھی روکا نہیں
وہ آنکھیں یونہی جنگلوں بستیوں میں بھٹکتی رہیں
ہوا میں چھپی ادھ کھلی کھڑکیاں بھی کھلی ہی رہیں۔

ادھر کون ہے

کسی کو خبر کیا کہ ان راستوں کے ادھر کون ہے
یونہی سنگ مرمر کی چکنی روش پر یہ آوارہ پاؤں بھٹکتے رہیں
ہواؤں میں خوابوں کی ٹھنڈک رہے
درختوں کے پتے یونہی فرش پر سائے کرتے رہیں
جہاں تک یہ رستہ ہے آوارگی کی اداسی میں ہم لوگ ملتے رہیں
یونہی چاندنی بھیگے جسموں میں آ کر مچلتی رہے
دعاؤں کو آواز دیتے رہو
کسی کو خبر کیا کہ ان موسموں کے ادھر کون ہے

ٹوٹی مالا

بکھرے ہوئے موتی چن نہ سکیں
اب چن نہ سکیں یہ ہاتھ مرے
بکھرے ہوئے اشکوں کے موتی
ٹوٹی ہوئی اک جاں کے ریزے
مٹی میں یونہی ملتے جائیں
دیوار کھڑی ہے پاس مرے
دیوار کے پیچھے کون کھڑا
معلوم نہیں

معلوم نہیں کیا ظلم ہوا
کیا ظلم ہوا
سیپارۂ دل کیوں بند ہوا
کچھ میں نے کہا
شاید کہ یونہی کچھ میں نے کہا
میں نے ہی سنہری اوس کی اس وادی کو کبھی پامال کیا
میں نے ہی کبھی سیپی کے دریچے کھول دیے
معلوم نہیں
کیوں کوئی پگھل کر راکھ ہوا
وہ موتی موتی بھیگ گیا

اور آنکھ کے بوجھل اشکوں نے کچھ بھی نہ کہا

میں یاد کے پاگل جھرنوں میں پھر ڈول رہی
میں روک رہی ناکام چبھن
سب لہروں کا خاموش ملن
پھر بول رہا
مٹی کو لیے ہاتھوں میں کھڑی
میں سوچ رہی
بس ظلم ہوا
اک وادی پر، اک سیپی پر
آنکھوں کی چمکتی بستی پر
اب ساری دنیا چن کر بھی
بکھرے ہوئے موتی چن نہ سکیں
اب چن نہ سکیں یہ ہاتھ مرے
بکھرے ہوئے اشکوں کے موتی
اب پیار کی مالا بن نہ سکیں۔

اک دن کے پار اترنے پر

کسی سرخ چنار کے جنگل میں
اک ناؤ ہوا کی لہروں پر
سازوں کے طرب میں بہتی ہے
کوئی گاتا ہے
دل پھر اجیاروں کا مسکن
اک ناؤ مچلتی کرنوں کی
خوابوں کے اندھیرے چنتی ہے
اک سرخ چنار کے جنگل میں
کوئی چلتا ہے

جہاں دن کے قدم رک جاتے ہیں
تھک جاتے ہیں
امید کی نیندیں شاموں میں گھل جاتی ہیں
کوئی روتا ہے
ہنس دیتا ہے
پھر کوئی اندھیرے کی چادر کو اوڑھ کہیں کھو جاتا ہے
کیا ہوتا ہے

اک دن کے پار اترنے کا یہ کرب کہاں سے اٹھتا ہے

برسے ہوئے خالی بادل سے
ساحل سے پلٹتے ساگر سے
ساگر کے کنارے بہتی ہوئی یادوں کے بدن
سیپی سے چھلکنے لگتے ہیں
کوئی سنتا ہے گیتوں کے بدن

دل تنہائی کا جوگ لیے
اس بیداری کی چادر میں
کس دن کی یاد مناتا ہے
جب دن کا سفر رک جاتا ہے۔

ان لکھے حروف

کون بھولا گیا
کون سوچا گیا
کس کی آنکھوں سے نیندیں اتاری گئیں
کون سوتا رہا
کون دل کی کتابوں میں ابھرا نہیں
کون لکھا گیا
کون پرکھا گیا
کون ڈھونڈا گیا
کچھ اندھیروں کے آغاز ملتے نہیں
راز ملتے نہیں
اور یہ راہیں گھنی
شاہراہیں گھنی
جن میں سانسوں کے اسباب ملتے نہیں

آؤ مُڑ کے چلو

ایک بارش کی رُت
کتنے نزدیک سے
مجھ کو چھو کر کسی
پیڑ میں رُک گئی
ایک پل کے لیے
آؤ مُڑ کے چلو
بارشوں نے کہا
ساحلی رات میں
نیلی پرچھائیوں کے
کنارے کھڑا
اک پُرانا سا گھر
جو کھنڈر ہو گیا
ایک پَل کے لیے
آؤ مُڑ کے چلو

راستوں نے کہا
ہم سے مت پوچھنا
اپنے گھر کا پتہ
نیلی پرچھائیوں کے

کنارے کھڑا
گھر جو ٹوٹا گیا

ہم سے مت پوچھنا
ٹوٹی کشتی میں تم
دُور اور دُور تک
یوں گزرتے گئے
جو کنارے کھڑے
رائیگاں ہو گئے
اُن سکھوں کا محل
ریت میں دھنس گیا
ایک سپنے کی رُت
ایک وعدے کی رُت
جو سمندر ہوئی
ہم سے مت پوچھنا
ساحلوں نے کہا

موسموں نے کہا
ہم سے مت پوچھنا
کچھ سمجھنے کا دُکھ
کچھ بدلنے کا دُکھ
پھر کسی خشک شب
تم سے ملتے ہوئے
پھر نہ ملنے کا دکھ

جو امر ہو گیا
ہم سے مت پوچھنا

ہم سے مت پوچھنا
اُس ملن کی تڑپ
جو بھنور ہو گیا
دل میں اک درد کی
وحشتوں میں گھری
آندھیوں نے کہا
اور کچھ دیر تک
ساری تنہائیوں کی
نمی اور ہے
آؤ مُڑ کے چلو

بے ثباتی کی دہلیز پر خواب

جب خواب رُوح میں پھیلتا ہی جنگ بن جاتا ہے
اے مرے نصیب کے بھولے لڑکے!
اپنی بے ثباتی کا ماتم نہ کرو
اچھا کیا جو تم نے میرے لیے نظم نہ لکھی
ہماری کشتیوں کا سمندر طوفان ہے
اور ہمیں ڈُوب ہی جانا ہے
(اے کم ظرف عہد! کاش تو میری کشتی کا سمندر نہ بنتا)
کیا تُم سورج مُکھی کی طرح روشنی کو اپنے وجود کا آہنگ بنانا چاہتے ہو؟
مگر یہ بادلوں کا کم ظرف عہد ہے
کہاں تک جاؤ گے
سارے سمندر ایک دوسرے سے مل جائیں گے
(اے مری کمزور قسمت کے ستارے! کاش تو اس پست زمین سے دوستی نہ کرتا
یا میں تجھے اپنے وجود کا رہبر بنانے سے انکار کر سکتی)
جب خواب رُوح میں پھیلتا ہے جنگ بن جاتا ہے
کیا تم جنگ کرو گے یا ایک ادھوری نظم بن کر ہار جاؤ گے؟
جنگ نئی محبت ہے
ایک اور تنہا محبت
چرواہے کے اکیلے گیت اور رات کے اکیلے مسافر کی طرح
جیسے کم ظرف عہد کا تباہ حال بادشاہ
دیوانے کی بڑ

اور لاوارث بچّے کی نئی سازش
تم محبت نہ کر پاؤ گے
یہ نہیں ہے کہ تم گناہگار ہو
اور یہ بھی نہیں ہے کہ تم بے گناہ ہو
گناہ اور بے گناہی کی دہلیز پر
خاموشی شکست کا امکان ہے
اور آواز تباہی کا

سفر اور قید میں نظمیں

(1992)

انتخاب

نئی زبان کے حروف

میں کہتی ہوں
میں نے اک طویل سفر کیا
تم سے اک معمولی بات کی وضاحت کے لیے
کہ میرے جسم کا شمار ان چیزوں میں نہیں
جن کی فروخت، چوری یا تبادلہ ممکن ہوتا ہے
اور ہمارے راستے جدا ہو چکے ہیں

میں سنتی ہوں
اب میرے جسم کے لیے فروخت، چوری یا تبادلے کا امکان باقی نہیں رہا
اور اسبابِ سفر ختم ہوا ہے۔

میں کہتی ہوں
میں اک نظم شروع کر چکی ہوں
اور اس کا اختتام ایک خواب میں پانے کی امید پر سوتی رہی ہوں

میں سنتی ہوں
خواب میں پایا گیا اختتام میرا نہیں ہو سکتا

میں کہتی ہوں

بے شک میرے اندر اتنی ہمت ہے
کہ میں جب چاہوں
زندگی کو دہرانا بند کر دوں

میں سنتی ہوں
وہ پل میرے دل اور جسم کے پیدا ہونے سے پہلے ٹوٹا
جو میرے دل اور جسم کو کسی شہر سے ملا دیتا
میرے باپ نے ورثے میں مجھے
معصومیت کا تحفہ
مہمان نوازی کا درس
محبت کی ضرورت
اور اک شہر دیا
جس میں چالاک اور بوڑھے دکاندار
کبھی کبھی بچوں کو اک چاکلیٹ مفت دیتے ہیں

میں کہتی ہوں
اب مجھے اپنے باپ کے قاتل کو مارنے میں
دیر نہیں کرنا چاہیے

میں سنتی ہوں
میں قبرستان میں مردوں کے جشن میں
گائے جانے والے گیت کے علاوہ
کسی نئے دن کے افتتاح کا گیت نہیں گا سکتی

زندگی جس رات میں شروع ہوئی
اسی رات میں جاری ہے
گرمیاں میں نے اس غار میں گزاریں
جہاں اک جانور کی سردیوں کے لیے جمع کی ہوئی خوراک نے
میرے لیے جگہ تنگ کردی تھی
اور سردیاں اک سوتے ہوئے جانور کو چھوڑ کر
زخمی کردینے والی برف باری میں

میں کہتی ہوں
میرا جسم وہ پرندہ نہیں
جو زندہ رہنے کے لیے ہجرت کا محتاج ہے

میں سنتی ہوں
اب شمال کی یخ ہوا
مجھے جنوب تک پہنچنے سے پہلے مار دے گی

میں کہتی ہوں
میں اک سورج کو دیکھنے
اور اک نئی بات ڈھونڈنے کے لیے
بہت دور تک جاؤں گی

میں سنتی ہوں
اسباب سفر میں آنکھیں شامل نہیں ہوتیں

نہ آنکھوں کی خواہش

میں کہتی ہوں
میں اپنے کٹے ہوئے پیڑ کی شاخوں سے
اک نئی زبان کے حروف لکھ سکوں گی
اور پتوں سے اک آگ جلا سکوں گی

میں سنتی ہوں
ایک اور جشن منایا جانے والا ہے
کچھ اور زندگی
اور کٹے ہوئے پیڑوں کے پتوں کی آگ
چرائی جانے والی ہے
اور اس آگ میں
ہانپتے ہوئے جانوروں کی زبانیں جلائی جانے والی ہیں
اس شہر کے اطراف کوئی پہاڑ نہیں
جو بھاگتے ہوؤں کو پناہ دے سکے۔

میں کہتی ہوں
میرے پاس اس دن کا خواب زندہ ہے
جب خاموشی کے علاوہ
مردہ الفاظ کے خلاف کوئی ہتھیار ایجاد ہو سکے گا۔

میں سنتی ہوں

جسم خاموشی اور الفاظ دونوں کا تباہ کردہ ہے
آنکھیں ہر نظر نہ آنے والی چیز کو بالآخر دیکھ لینے والی ہیں
اور جسم ہر نظر آنے والی چیز کو تباہ کردہ ہے
جسم ماضی اور جسم مستقبل کا تباہ کردہ ہے۔

میں کہتی ہوں
میں وقت کے خانے توڑ رہی ہوں
میں وقت کو ہوا، مٹی، پانی اور آگ میں پھینک رہی ہوں
میں وقت کو اپنے جسم سے آزاد کر رہی ہوں
اور زنجیروں سے انکار کے لیے
اپنے کاٹ دیے جانے والے ہاتھوں کو ڈھونڈ رہی ہوں

میں سنتی ہوں
مجھے ایک میلے میں قید کیا گیا ہے
جہاں میں بچوں کو
بوڑھے چالاک دکانداروں کی
زہریلی چاکلیٹیں کھاتے اور پھینکتے دیکھ رہی ہوں
مجھے ایک چراغاں میں
بجھے ہوئے چراغ کے ساتھ
شامل ہونے پر مجبور کیا گیا ہے
اک ترازو جس کی پلڑے برابر نہیں ہیں
زندگی کا وزن چھیننے کے لیے بنائی گئی ہے
خالی ٹوکریوں کو بھر لینا چاہیے

سنی ہوئی کہاوتوں
اور تھوڑی سی عزت سے
جو آسانی سے مل جانے والی چیزیں ہیں

میں کہتی ہوں
یہ سچ نہیں ہے
کہ اذیت گاہ میں میری موجودگی کا سبب
صرف میرا بجھا ہوا چراغ
اور میری خالی ٹوکری کا بوجھ ہے

میں سنتی ہوں
اچانک ذہن کی گرفت میں آجانے والی روشنی
زیادہ قابل بھروسہ نہیں ہوسکتی
اک اچانک کھل جانے والے اسرار سے پھیلتی ہوئی خامشی
اور پھیلتے ہوئے الفاظ
اک اور اسرار کا جال بن رہے ہیں

میں کہتی ہوں
اب میں قابل برداشت ہونے کی حد کو پہنچ رہی ہوں
یہ بہت ممکن ہے
اب ایسا نہ ہو کہ
قربانی کے لیے قرعہ کھولتے وقت
میرے زرد رنگ اور کپکپاہٹ کو دیکھتے ہوئے

کسی اور کا نام مجھ سے منسوب کر دیا جائے
اب میں قابل برداشت ہونے کی حد کو پہنچ رہی ہوں
کہ میں نے بخشی ہوئی روحوں کے جشن میں
شریک نہ ہو پانے کا ماتم ترک کیا ہے

میں سنتی ہوں
میں اک آگ میں جلنے کے بعد پیدا ہوئی ہوں
جو اک ناکام تجربے کے نتیجے میں
تجربہ گاہ میں لگ گئی
اور وہ گھر میری اصل ہے
جو ایک بے اسباب مسافر کا لوٹا ہوا ہے
دوبارہ جنم لینے والوں کے لیے زندگی نئی اور اہم نہیں رہ جاتی
یہ جنم توہین ہے
اور اس بات کی علامت
کہ بہترین سے کم کی توقع مجھ سے پہلے ہی وابستہ کر دی گئی تھی

میں کہتی ہوں
میں ازلی گناہ میں سے بوجھ نکال دینے والوں کے ساتھ
رقص کروں گی۔

میں سنتی ہوں
آدھی سنی ہوئی لوری ماضی کا حوالہ
اور عریاں تصویروں سے اکسائی گئی محبت

مستقبل کی تقدیر ہے

میں کہتی ہوں
میں دل کی آگ میں
عریاں تصویروں کو جلاؤں گی
اورزیادہ خامشی کو
ورزیادہ لفظوں کو
اوراپنے بچوں کو لوری پوری سناؤں گی
میں دل کی آگ میں
اک جشن کو جلاؤں گی
اورایک ماتم کو
اورآدھے سورج کی روشنی کو

میں سنتی ہوں
سیب کے درخت خزاں میں کاٹ دینے
اوران کی لکڑیاں بیچ دینے کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے
مردوں کے مطالبات کے جواب میں
خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے
اوران سے مشعلوں کا کاروبار
حسب دستور ممنوع رکھنے کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔

میں کہتی ہوں
زیرزمیں چیزوں میں

قبر اور خزانہ دونوں شامل ہیں
جہاں میرے زندہ جسم پر
دھوکے سے مٹی ڈالی گئی
اتفاق سے وہیں اک خزانہ نکل آیا
زمین میں بہت نیچے
ہیرے جل رہے ہوں گے
زمین میں بہت نیچے
اک سازش پل رہی ہوگی
زمین میں بہت نیچے
اک دل دھڑک رہا ہوگا

یہ محض اتفاق ہے

تمھارے شہر میں ایک بچہ ہے
جسے کوئی ماں نہیں ملی
میرے دھیان میں ایک لوری ہے
جو تمھیں سنائی جاسکتی تھی
تمھارے شہر میں ایک مرد ہے
جسے کوئی عورت نہیں ملی
میرے دھیان میں ایک رقص ہے
جو تمھیں دکھایا جاسکتا ہے۔

تمھارے شہر میں ایک بوڑھا ہے
جسے کوئی اولاد نہیں ملی
میرے دھیان میں ایک لڑکی ہے
جو تمھارے تھکے ہوئے پیر داب سکتی تھی

اور یہ محض اتفاق ہے
کہ تم میرے دشمنوں کے ساتھ
مجھے قتل کرنے آئے ہو
تمھارے شہر میں ایک جنگ ہے
یا شاید میرے دھیان میں

یا شاید ہمارے اطراف میں

ابھی میری موت کے بعد
شہزادی کی سواری گزرے گی
اور اسے دیکھنے کی خواہش میں کھلی رہ جانے والی کھڑکیوں پر
تیر برسائے جائیں گے
اور کبھی نہ کبھی یہ اتفاق ہوگا
کہ تمھاری کھڑکی کھلی رہ جائے گی۔

ہم درختوں کی ان شاخوں میں سے ہیں
جنھیں تراش کر دنیا کے باغ کو خوبصورت بنایا جائے گا

تمھارے شریر میں ایک موت ہے
جو میرے نصیب میں لکھی ہے
میرے دھیان میں ایک تیر ہے
جو خواہش کی کھلی رہ جانے والی کھڑکی پر آنے والا ہے

آخری قطار میں گایا ہوا گیت

تھکن میری حقیقت ہے
نیند میری ضرورت ہے
تمھاری خواہش میری مجبوری ہے

حقیقت کو تسلیم کرنے سے پہلے
ضرورت کو پورا کرنے سے پہلے
مجبوری کو زیر کرنے سے پہلے
میرے پاس
اک مصروف دن اور تھوڑی سی نیند کے درمیان
اک چھوٹا سا وقفہ ہے
اور تمھارے خیال سے اک طویل مکالمہ

میری زندگی میں جتنا وقت ہے
وہ اس مکالمے کو پورا کرنے کے لیے کم ہے
تمھاری زندگی میں جتنا وقت ہے
وہ میرے انتظار کے لیے بہت زیادہ ہے

میرے پاس جتنی فتوحات ہیں
ان سے دل کی سلطنت بھی نہیں بنائی جا سکتی

تمھارے پاس جتنی طاقت ہے
اس سے تمھارے نام پر ایک شہر بسایا جا سکتا ہے۔

میں اپنی حقیقت کو تسلیم کرلوں گی
اپنی ضرورت کو پورا کرلوں گی
اپنی مجبوری کو زیر کرلوں گی
اور جب تمھارے نام پر بسنے والے شہر میں
کوئی جشن منایا جائے گا
میں ایک ہجوم کی آخری قطار میں کھڑے ہو کر
بہت سے لوگوں کے ساتھ
ایک گیت گاؤں گی
جو جشن کے دوسرے دن بھلا دیا جائے گا

سمندر میری آنکھیں لے گیا ہے

سمندر میری آنکھیں لے گیا ہے
تمھیں دیکھا نہیں جا سکتا
تم سے باتیں کی جا سکتی ہیں
میں ساحل پر اپنی آنکھوں کی واپسی کا انتظار کر رہی ہوں

سمندر میری آنکھیں کب لے گیا
مجھے معلوم نہیں
مجھے اس وقت پتہ چلا
جب دیکھنے کی خواہش میری مٹی میں شامل ہوئی
اور مٹی بکھرنے لگی

کچھ دیر اس آگ کو جلائے رکھو
میں لہروں سے معلوم کرتی ہوں
آگ کو گلزار بنانے کے لیے کتنا یقین کافی ہوتا ہے
مٹی لے کر واپس جاتی ہوئی ایک لہر کہتی ہے
آگ کو گلزار بنانے کے لیے آگ کو دیکھنا ضروری ہے
اور سمندر ہر جسم کو مار کر واپس کرتا ہے

ہوائیں سرد ہیں

سارے پردے مت ہٹاؤ
بارشیں تیز ہیں
پوری کھڑکیاں مت کھولو
ہوائیں سرد ہیں
آتشدان میں آگ ٹھنڈی ہو چکی ہے
اور میرے پاس ماچس کی آخری تیلی استعمال ہو چکی ہے
اگر میرے پاس ماچس کی ایک تیلی باقی ہوتی تو مجھے سوچنا پڑتا
میں اس سے آتشدان میں آگ جلاؤں
یا تمھارے ہاتھوں میں کانپتا ہوا سگریٹ
لیکن اب میں سوچ رہی ہوں
شاید اس وقت کہیں پر کسی بھوکے بچے نے کسی بم کو سیب سمجھ کر
اٹھانا چاہا ہو اور زمین سے بکھر کر آسمان میں چلا گیا ہو
پتہ نہیں چلتا
گوشت جلنے کی بو میرے بہت پاس کہاں سے آ رہی ہے
باورچی خانے سے
یا اک دور دراز ملک سے
بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے
بچوں کے بیڈ روم سے
یا اک دور دراز ملک سے

ایک عوت درد سے کہاں تڑپ رہی ہے
ہسپتال میں بچے کو جنم دیتے ہوئے
یا اک دور دراز ملک میں
اپنے سپاہی بیٹے کو الوداع کہتے ہوئے
میرے قریب شور ہے یا خاموشی ہے
پتہ نہیں چلتا

پتہ نہیں چلتا
ماچس کی تیلیاں کیسے ختم ہو گئیں
میں تمھارے ہاتھوں میں کانپتا ہوا سگریٹ نہیں جلا سکتی
کچھ خوبصورتیاں خاموشی میں فنا ہوتی ہیں
کچھ خاموشی سے باہر آنے کی کوشش میں

سارے پردے مت ہٹاؤ
باہر بارشیں تیز ہیں
پوری کھڑکیاں مت کھولو
آگے ہوائیں سرد ہیں

جان کے عوض

بچہ لالٹین کی روشنی میں پڑھ رہا ہے
بوڑھا اپنی دعائیں بانٹ رہا ہے
مجھے تمھارے الزام پر اپنی صفائی پیش کرنا ہے

کوئی کہتا ہے
الفاظ میری گرفت سے باہر ہیں
سوچ میری گرفت سے باہر ہے
دل میری گرفت سے باہر ہے
کوئی کہتا ہے
میری نگاہیں دیوانی معلوم ہوتی ہے
اپنی صفائی پیش کرنا میرے بس سے باہر ہے

مجھ پر گہرے سمندر میں تیرنے کا الزام ہے
مجھ پر گھنے جنگل میں راستہ ڈھونڈنے کا الزام ہے
مجھ پر کڑی دھوپ میں جان دینے کا الزام ہے

بچہ آج کا سبق پڑھ چکا ہے
بوڑھا اپنی دعائیں بانٹ چکا ہے
تم الزام لگا کر کس انتظار میں ہو

بچے کی لالٹین بجھائی نہیں جاسکتی
بوڑھے کی دعائیں چرائی نہیں جاسکتیں
میں اپنے الفاظ
اپنی جان کے عوض
بیچ نہیں سکتی

الوداع کہنے سے پہلے

شام میں دھواں بہت ہے
سمندر میں نمک بہت ہے
تاریخ میں جنگیں بہت ہیں
اور ایسے میں سب کو جلدی ہوتی ہے

مجھے دھویں کے پار دور نظر آنے والے شہر سے
پھول لے کر آنا ہے
ایک ٹوٹی ہوئی کشتی کی مرمت کر کے
سمندر کے سفر پر جانے والے بچوں کو الوداع کہنا ہے
اور میدان جنگ میں مرتے ہوئے سپاہی کو ایک گلاس پانی پلانا ہے

صبح میں کہر بہت ہے
زمین میں کانیں بہت ہیں
لفظوں میں گیت بہت ہیں
اور ایسے میں سب کو جلدی ہوتی ہے

تمھیں اس کہر میں پتوں پر گری ہوئی اوس کو
اڑنے سے پہلے موتی بنانا ہے
ایک ٹوٹے ہوئے بیلچے سے

زمین میں دفن تہذیبوں کے کھنڈرات دریافت کرنا ہیں
اور مرتے ہوئے لفظوں سے ایک زندہ گیت لکھنا ہے

جب سب کو زندہ رہنے کی جلدی ہو
ہم الوداع کہنے سے پہلے ایک لمحہ ڈھونڈیں گے
شاید میدان جنگ میں مرنے والے سپاہی کو ایک گلاس پانی پلا کر
میں تمھارا لکھا ہوا گیت گا سکوں۔

ریت اور چٹانیں

جب تم کوئی بہت گہری بات سوچ کر
بہت معمولی بات کرو گے
میں جان جاؤں گی
پانی اس کے لیے کافی ہے
کہ بہت سی ریت ساحلوں کو چھوڑ کر
بہت دور تک سفر کرے
اور تہوں میں بیٹھ جائے
اور ایک پیاسی لڑکی
پیاس بجھاتے ہوئے
پھسل کر گرے
اور ڈوب جائے
جب میں اپنے ہاتھوں سے آگ اٹھانا چاہوں گی
ایک بچہ پوچھے گا
''آسمان کیا ہے؟''
بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی
بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی
کہ وقت اور خواہش ہم رفتار کیوں نہیں ہوتے
اور چٹانیں
بہتی ہوئی ریت بننا اور پانیوں میں مرنا کیوں چاہتی ہیں

بھیگے ہوئے پر

طوفان میں پرندے کے پر بھیگ گئے
اور وہ دھوپ نہیں نکلی
جو اسے دوبارہ اڑنے کے قابل بنا سکتی
جب دھوپ نکلے گی
اس کے پر سوکھ جائیں گے
اور پروں کو پھڑ پھڑا کر وہ سوچے گا
شاید وہ زندہ ہے
اور دوسرا طوفان آنے تک ایک گھونسلہ بنا سکتا ہے
دوسرا طوفان شاید زیادہ شدید ہوگا
اس کا گھونسلہ گرا دے گا
مگر اس میں جتنی دیر لگے گی
اتنی دیر میں طوفان کا زور کم ہو جائے گا
وہ مرنے سے بچ جائے گا
اور صرف اس کے پر بھیگیں گے
جب دھوپ نکلے گی
اس کے پر سوکھ جائیں گے
اور پروں کو پھڑ پھڑائے بغیر وہ سوچے گا
شاید وہ کافی دیر زندہ رہا ہے
شاید اس گھونسلے میں پہلے ہی سے طوفان رکھا ہوا ہے

اس نے بہت سی شاعری نہیں سنی

اس نے بہت سی شاعری نہیں سنی
جو میں نے اس کے لیے لکھی تھی
مگر اب وہ مجبور ہے
بہت سی شاعری سننے کے لیے
جو میں نے اس کے لیے نہیں لکھی
اور کسی کے لیے بھی نہیں لکھی
جب فیصلوں کے دونوں طرف تلواریں ہوں
اور آسمان میں گرتی اور بنتی ہوئی دیواریں ہوں
اور جھوٹ بول کر روتے ہوئے بچوں کو چپ کرانا مشکل ہو
تو میں ان پھولوں کی پتیاں نوچ ڈالوں گی
جن سے مجھے گلدستہ بنانا تھا
اور اس سے کہوں گی
ابھی چلے جاؤ
جب رات تاریک ہو جائے
تو میرے جسم سے لپٹ کر سو جانا
اور میرے ہونٹوں سے وہ شاعری سن لینا
جو میں نے تمھارے لیے لکھی تھی

سب سے اچھا کھلونا

کچھ لوگ باہر موجود تھے
شاید کچھ لوگ پانی کے لیے چیخ رہے تھے
آگ میری کتابوں سے شروع ہوئی
اور بستر تک پہنچ گئی
شاید کچھ دیر میں وہ اس کمرے تک پہنچ جائے
جہاں میرا اکلوتا بچہ خواب میں کھلونوں کے درمیان گھرا سوتا ہے
آگ نیند میں مجھ تک پہنچی
ورنہ میں تمھاری طرح خود کو بچا لیتی
آگ شاید میری غلطی تھی
یا اس پانی کی جو چولہے پر ابلتے ابلتے ختم ہو گیا
اور میں بھول گئی کہ جب پانی ابل جائے تو آگ بجھا دینا چاہیے
یا شاید اس ہوا کی جو آگ کو کتابوں سے میرے بستر تک لے آئی
اور میں نے نہیں جانا
کہ جب کتابیں آگ پکڑ لیں تو اپنا وجود جلانے کے بجائے
انھیں جلنے دینا چاہیے
آگ نیند میں مجھ تک پہنچی
اور تم جا چکے تھے
شاید کچھ لوگ پانی کے لیے چیخ رہے تھے
دھوئیں میں بے ہوش ہونے سے پہلے مجھے خیال آیا

وہ جہاز نما کھلونا اچھا تھا جو کافی اوپر تک اڑ سکتا تھا
میں نے ایک عدد خواب بھی نہیں خریدا
لوگوں کو پانی بہت کم ملا
شاید آگ ان کھلونوں تک پہنچنے والی ہو
جنھیں میرا بچہ خواب میں دیکھ رہا ہے
اب جب کہ تم جا چکے ہو
اور اردگرد پانی کم ہے
مجھے جلنے سے پہلے بچے کو خوابوں سے جگانا پڑے گا
اور اسے بتانا پڑے گا
کہ جان خوابوں سے جاگ کر ہی بچائی جا سکتی ہے
میں دھوئیں میں بے ہوش نہیں ہوں گی
میں راکھ بنوں گی
اور اپنی راکھ سے ایک کھلونا بناؤں گی
شاید سب سے اچھا کھلونا اپنی راکھ سے ہی بنایا جا سکتا ہے۔

کسی بھی رات کے سارے جگنو نہیں پکڑے جا سکتے

یہ دوسری رات ہے
اور تمھارے لیے جگنو پکڑنے جانا ضروری ہے
میں اپنے مقدر کے ٹکڑے کر کے پرندوں کے آگے ڈالنا چاہتی ہوں
اور ان راتوں کو بھولنا چاہتی ہوں
جن کے جگنوؤں نے مجھ سے باتیں کیں
وران راتوں کو
جن کے جگنوؤں کو میں نے اڑا دیا
اور ایک وحشی خواہش کو
بھوک کے ہاتھوں گرفتار نہ ہونے والے محبوب کی
اور سوچنا نہیں چاہتی
کہ جب دوسری راتیں شروع ہو جائیں
تو گزری راتوں کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے
اور کسی بھی رات کے سارے جگنو نہیں پکڑے جا سکتے

کوئی آواز نہیں

گرد ہمارے گھروں تک پھیل گئی
اس موسم میں کوئی بارش نہیں
ہم نے بادل کے آخری ٹکڑے کو گزر جانے دیا
اب وہ میرے نافرمان بیٹے کی طرح
واپس نہیں آئے گا

دشمنی ہمارے دلوں تک پھیل گئی
اس رات میں کوئی کرامات نہیں
ہم نے پانی کو کیچڑ میں مل جانے دیا
اب وہ بوڑھے کی کھوئی ہوئی بینائی کی طرح واپس نہیں آئے گا

موت ہمارے جسموں تک پھیل گئی
ان گلیوں میں کوئی آواز نہیں
ہم نے خون کو سڑکوں پر بہہ جانے دیا
اب وہ میرے بچھڑے ہوئے خدا کی طرح
واپس نہیں آئے گا۔

خار چنتے ہوئے

میں نے اپنی زندگی
خواب دیکھنے، لڑنے اور خار چننے میں ضائع کی
مجھے افسوس ہے
خواب مجھے خوش کرتے رہے
اور محبت کے لمحوں کو ملتوی کرتے رہے
بہت معمولی باتوں کے لیے
مجھے ذلیل کیا گیا
اور میرے تخیل نے
مجھے ان لوگوں سے طویل جنگوں میں ضائع کیا
جنھیں چند لفظوں سے شکست دی جاسکتی تھی
میری عبادت گاہ کو کسی گھر سے آگ نہیں ملی
مجھے آتش دان کو روشن رکھنے کا طریقہ جاننے کے لیے
اپنے دل کو جلانا پڑا
اور اتنی دور تک جانا پڑا
کہ عبادت گاہ کو واپس آنا بے معنی ٹھہرا
کسی نے مجھے کوئی طریقہ نہیں بتایا
میری بدقسمتی سے پہلے
کوئی اس راہ پر نہیں آیا
جہاں آزاد ہوائیں میرے لیے کانٹے اگاتی رہیں

اور میری ضد تمھارے لیے راستے آسان کرتی رہی
مجھے افسوس ہے
میری زخمی انگلیاں جب تک تمھارے لیے
پھولوں کا ہار بنا پائیں گی
پھول مرجھا چکے ہوں گے
اور تم بہت سے تحائف لے کر
اپنی کامیاب محبت کا جشن منانے جا چکے ہو گے

زمین کا بچہ

جب وہ روئے گا اس کی آنکھوں میں آنسو ہوں گے
اور ہونٹوں پر ہنسی
اس کی پتنگ کی ڈور اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی ہوگی
میں اس کے لیے نئی پتنگ نہیں بناؤں گی
اس نے ٹوٹے ہوئے شیشے کو تھام لیا ہوگا
میں اس کے ہاتھوں سے خون صاف نہیں کروں گی
اس نے اپنے آپ کو گرا لیا ہوگا
اسے کون اٹھائے گا
اس کی آنکھوں میں آنسو ہوں گے
اور ہونٹوں پر خاموشی
روتے روتے سو جانے والا میرا بچہ نہیں ہوگا

جس کی یونیفارم میلی رہ جائے گی
جس کی کتابیں پھاڑ دی جائیں گی
جس کا نام کسی اسکول کے رجسٹر میں نہیں لکھا جائے گا
وہ میرا بچہ نہیں ہوگا
وہ خواب دیکھتا ہے
بہت سے بونے اسے ہلاک کرنے لیے جاتے ہیں
جب وہ رات کو خواب میں ڈر جائے گا

میں اسے چوم کر نہیں کہوں گی
میرے لاڈلے بچے! میں تیرے پاس ہوں
بہت سے بونوں کے درمیان ڈر جانے والا
میرا بچہ نہیں ہوگا

شاید وہ میری طرح زمین کا بچہ ہوگا
زمین اپنے بچوں کے آنسو نہیں پونچھتی
زمین اپنے بچوں کی خاموشی نہیں سنتی
زمین سب کے حصے کے پھول اگاتی ہے
جب وہ روئے گا
اس کی آنکھوں میں آنسو ہوں گے
اور ہونٹوں پر خاموشی

زمین کے خوب صورت بچے!
آنسو پونچھ لے
اور مجھ سے بات کر
میں اپنے حصے کا پھول تجھے دے دوں گی

آپ کو کون سے رنگ پسند ہیں؟

مسلسل دھوپ سے دیواروں کے رنگ دھندلے پڑ چکے تھے
ایک دفعہ کی بارش نے انھیں مزید اکھیڑ دیا
'آپ کو کون سے رنگ پسند ہیں؟'
رنگ کرنے والا پوچھتا ہے
'زمین کی طرح بھورے
آسمان کی طرح نیلے
درختوں کی طرح سبز
یا گھٹاؤں کی طرح کالے
رنگ کرنے والے کے پاس ہر طرح کے رنگ ہیں

دیواروں پر کہیں کہیں پرانے رنگوں کے آثار ہیں
جو طرح طرح کی تصویریں بناتے ہیں
درندوں کی طرح خوفناک
پرندوں کی طرح آزاد
بچوں کی طرح معصوم
بوڑھوں کی طرح بے بس
دیواروں پر طرح طرح کی تصویریں ہیں

'آپ کو کونسے رنگ پسند ہیں؟'

رنگ کرنے والا سوال کرتا ہے
اس کا کام بے ہنگم تصویریں نئے رنگوں میں چھپا دینا ہے
وہ اپنے کام میں بہت ماہر ہے

خوب صورت پراسرار پرندے

خوب صورت پراسرار پرندے
شاید تیرا نام زندگی ہے
بار بار گھر کی دیواروں پر نہ بیٹھ
میں نے تجھے ترک کیا
میں نے تیرے اسرار جانے بغیر
تجھے اپنی قید سے آزاد کیا
یہ دیواریں تیرے بوجھ سے زیادہ ہلکی ہیں
جس طرح الفاظ میری گہری اداسی سے زیادہ ہلکے ہیں
میرے پاس
تیرے رنگ جاننے
اور تیری آنکھوں میں جھانکنے کا وقت نہیں ہے
میرے پاس غم اٹھانے کا وقت نہیں ہے
خوب صورت پراسرار پرندے

خوب صورت پراسرار اجنبی
شاید تمھارا نام شاعری ہے
بار بار اس دل کے دروازے کو نہ کھولو
میں نے تمھیں فراموش کیا
میں نے تمھارے اسرار جانے بغیر

تمھیں اپنے وجود سے جدا کیا
تمھارا وجود تمھارے خواب سے ہلکا ہے
جس طرح دانائی دیوانگی سے ہلکی ہے

میرے بس میں
اتنی محبت نہیں جو تمھارے لیے کافی ہو جایے

میرے بس میں
گزرتے ہوئے وقت کی شکنیں درست کر دینے والی محبت نہیں

خوب صورت پر اسرار اجنبی

تھوڑی سی خوشی

تھوڑی سی خوشی مجھے دوبارہ زندہ کر سکتی ہے
مگر یہ کتنی ناممکن ہے
تھوڑی سی ہنسی
کوئی خوبصورت بات
محبت کی
ایک اوٹ پٹانگ مسخرے کو دیکھ کر
ایک بچے کا قہقہہ
یا ندی میں بہتی ہوئی کشتی میں
ملاح کا ایک خوشگوار گیت
مگر یہ سب باتیں کتنی دور کی ہیں
یہ سب خوشی کی باتیں
جن میں سب شریک ہو سکتے ہیں
اور میرے اندر اتنی گہری سنجیدگی ہے اور تنہائی
جو وجود کا مذاق برداشت نہیں کر سکتی
اور زمین و آسمان کے بچکانہ کھیل میں شامل ہونے کو تیار نہیں ہے
تھوڑی سی خوشی اور زندہ ہونا کتنا ناممکن ہے
کوئی شاندار محفل
خوبصورت لباس
یا تیز موسیقی پر رقص کا اک دور

میرے کمزور وجود کے لیے ناقابل تصور ہیں
اور تم
جس نے میرے دل میں یہ گہری اور اندھیری قبر کھود دی ہے
ہنستے ہوئے کتنے خوبصورت لگتے ہو۔

خواب

کھلے آسمان کے نیچے
تیز بارش میں
خوبصورت جنگل میں
میں تمھیں اپنے ہی خواب سے جگانے آؤں گی

کھلے آسمان کے نیچے
تیز بارش میں
خوبصورت جنگل میں
میں اس بات کا انتظار نہیں کروں گی
کہ تم میرے لباس کی گرہیں احتیاط سے کھولو

کھلے آسمان کے نیچے
تیز بارش میں
خوبصورت جنگل میں
میں تمھارے ساتھ اک گھر بناؤں گی
جو دنیا میں گھروں کے انداز بدلے گا

اپنے گیت لکھنا

کتنا اچھا ہے
تمھارے پاس ہونا
تمھارے ساتھ ہونا
جیسے بہتا پانی
کتنا اچھا ہے
کوئی بات نہ کرنا
جیسے کوئی گیت
دن بھر چلتے رہنا
رات کو جلتے رہنا
کتنا اچھا ہے
جیسے سبز پرندہ
جیسے وحشی آگ
جیسے بھوری مٹی
ہوا اڑاتی ہے
کتنا اچھا ہے
ہوا کی زد پر اڑنا
آگے آگے جینا
آگے آگے مرنا
کتنا اچھا ہے
بہتے پانی پر
اپنے گیت لکھنا

میرے خون سے لکھو اپنا نام

میرے خون سے لکھو اپنا نام
میرے ساتھی
ایک دکھوں بھری رات اور نفرتوں کے درمیان
ہونے والے ملاپ سے
جنم لینے والے
میرے خون سے لکھو اپنا نام
پہلی کتاب پر
میری کوکھ میں
میرے دل اور بدن کے زخموں کو سہنے والے
میرے ساتھی
میرے خون سے لکھو اپنا نام
میرے خون سے
جو نادم ہے
اپنے دکھوں پر
اور اس حقیقت پر
کہ نہیں لکھی جا سکتی اس سے
کوئی خوبصورت کہانی
کوئی عظیم انسان
میری ناکامی اور بوجھ کے غیر محسوس ہمراہی

میرے خون سے لکھو اپنا نام
اپنے جیون کی دیواروں سے ہٹا دو میری آنکھیں
آنسو بھری آنکھیں
شرم بھری آنکھیں
پھیر لو
اور مت دیکھو
میرے دل کا ٹوٹا ہوا ستارہ
لے جاؤ میرے طوفان سے اپنی کشتی کہیں دور
اور کسی اچھے پل کی مسکراہٹ اور تھوڑی محبت اور آسانیاں
اور مت سنو
یہ ساری تلخ باتیں، یہ نفرتیں
اور مت دیکھو
میری زندگی کے ٹوٹے ہوئے آئینے میں اپنی شبیہہ
لے جاؤ میرے گرداب سے اپنے خوابوں کو بچا کے
میرے بکھرے ہوئے خوابوں کا ترکہ سمیٹنے والے
میرے ساتھی
میرے خون سے لکھو اپنا نام
کسی اونچے درخت پر
تاریخ کے نمایاں اوراق میں
یا کسی ہنستی ہوئی لڑکی کے ہاتھ پر

سفر اور قید میں اب کی دفعہ کیا ہوا

میں نے ایک ساحل سے ایک سیپی اٹھائی
اور اپنے آنسو کو اس میں بند کر کے
دور گہرے سمندر میں پھینک دیا
میں نے اپنے ہاتھوں پر
اک تیز چھری سے
لمبے سفر کی لکیر بنائی
اور ایسے جوتے خریدے
جو چلتے ہوئے پیروں کو ہمیشہ زخمی رکھتے ہیں
اب کی دفعہ میں نے گھر بنایا ہے
ایسے شیشوں کا
جن میں صرف اندر کا عکس رہتا ہے
اور ایسی آگ کا
جو ضرورت پڑنے پر خود ہی جل اٹھتی ہے
اور ایسی ہوا کا
جس کے لیے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں
اور ایسی چیزوں کا
جو اپنی اپنی جگہ فرش سے جڑی ہوئی ہیں
میں نے اپنے موسموں کو چرا لیا ہے
اور گھاس کے میدانوں کو

ریگستانوں کو، آسمانوں کو
میں نے ایک تتلی کو ایک کتاب میں چھپالیا ہے
اورایک خواب کو آنکھوں میں
اور محبت کو جاننے کے لیے
میں نے
ایک نظم پڑھی ہے
اور آواز کے لیے
ایک گیت گایا ہے
میں نے گھپ اندھیرے میں
آنکھیں بند کر کے
گھر کے شیشوں میں
خود کو دیکھا ہے
اور یاد کیا ہے
ایک آدمی کو
جو گہرے سمندر میں
وہ سیپی ڈھونڈنے اتر گیا
جس میں میں نے اپنا آنسو قید کر کے پھینکا تھا

نینسی

صحرا میں جہاں کیکٹس کے درخت زیادہ ہیں
اس نے ایک سائبان اور ایک بینچ بنائی ہے
جس پر نینسی آرام سے اس کی آغوش میں
لیٹ یا بیٹھ سکتی ہے
پورے چاند کی رات میں
نینسی اس سے ملنے ضرور آتی ہے
اور اسی بینچ پر
اس کے کاندھے پر سر رکھ کر
اس سے باتیں کرتی ہے
یا وہ خاموشی سے
چاند، صحرا اور کیکٹس کے درختوں کو دیکھتے رہتے ہیں
اس دوران وہ اپنا دایاں ہاتھ
نینسی کی کمر کے گرد ڈالے رہتا ہے
اگر نینسی کو نیند آجاتی ہے
وہ بالکل ساکت ہو جاتا ہے
تاکہ وہ جتنی دیر سو سکتی ہے
سوتی رہے

نینسی

جوپیٹر کی بیوی
اور ڈگلس کی بہن ہے
اور پورے چاند کی رات میں
انھیں دھوکا دے کر اس سے ملتی ہے
اگر کسی رات بینچ پر
دیر تک سوتی رہ جائے
وہ تیز رفتار گاڑی اور شکاری بندوق کے ساتھ
نینسی کو ڈھونڈتے ہوئے آجاتے ہیں
اور اسے اکیلا سوتا ہوا پا کر
گاڑی میں ڈال کر لے جاتے ہیں

طوفانی بارشوں میں رقصاں ستارے

(1998)

انتخاب

میں اور نیلوفر

نیلوفر کی خوب صورتی بے مثال ہے
نوخیز نیلوفر کی گوری رنگت، نیلی آنکھیں اور چمکتے بال
اس کے خاندانی ہونے کا ثبوت ہیں
خوبصورتی کے علاوہ بھی اس میں ساری خوبیاں ہیں
وہ ایک مدُھر آواز، دھیمی چال، مہربان دل اور غیر معمولی ذہانت کی مالک ہے۔

نیلوفر کے کردار کے گونا گوں رنگ ہیں
کبھی شوخ وشنگ، کبھی سنجیدہ
کبھی معصوم، کبھی بُردبار
کبھی پُرمذاق، کبھی مغموم
نیلوفر کے ہر رنگ میں حُسن برستا ہے۔

لوگ نیلوفر سے ملتے ہی اس کے عاشق ہو جاتے ہیں
مگر وہ بہت محتاط ہے
وہ اپنے شہزادے کو اچھی طرح پہچانتی ہے
اور جانتی ہے کہ وہ بھی اسے پھٹے کپڑوں تک میں پہچان لے گا
اسے یہ ضرورت نہیں پڑے گی
کہ شہزادے کو اپنی تلاش میں سرگرداں کرنے کے لیے
ملاقات کے آخری لمحے میں اپنا جوتا اس کے پاس چھوڑ کر بھاگے

یا ایک سو سال تک سوتی جائے۔

نیلوفر کو میں نے اس وقت تخلیق کیا جب تنہائی خوفناک اور نا قابل تغیر ہو گئی ایک ایسے دن کی کوکھ سے جسے ایک انتہائی تھکا دینے والے کام کے خاتمے نے اچانک بالکل خالی کر دیا تھا۔

نیلوفر کے بعد دروازے پر کسی دستک کا جواب دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی یا بستر سے اُٹھنے کی بھی نہیں اس وقت تک جب تک انتہائی بھوک نے ایک باسی لقمہ لینے پر مجبور نہ کر دیا
نیلوفر نے مجھ کو بھوکا پیاسا اور غریب کر دیا

کسی کو نیلوفر کی تخلیق کا علم نہیں ہے
سوائے اُن نفسیاتی معالجوں کے جن سے میں نے رابطہ کیا اور نیلوفر سے جان چھڑانے کے لیے سکون اور نیند کی گولیاں لیں تا کہ زندہ رہنے کے لیے جدوجہد کر سکوں

چوں کہ نیلوفر کی زندگی کا انحصار میری زندگی پر ہے اس لیے اپنے رہن سہن کے بنیادی وسائل حاصل کرنے کی خاطر مجھے کبھی کبھی اس سے جدا ہونا ہی پڑتا ہے

نیلوفر کو اپنی کم عمری، حسن اور مستقبل کے علم کی وجہ سے مجھ پر مکمل برتری حاصل ہے اگر چہ یہ واضح ہے کہ اسے اس کے مستقبل کا علم میں نے ہی دیا ہے۔ اس کے اس غلبے سے گھبرا کر میں اس سے اپنی جدائی کو دائمی بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہوں جو ہر دفعہ ناکام ہو جاتی ہے۔
اس کی کشش نا قابل مزاحمت ہے۔

جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں میں ان سے نیلوفر کے بارے میں بات نہیں کرتی۔
(ان سارے تعلقات کی شروعات نیلوفر کی تخلیق سے پہلے ہوئی)

انھیں پتا نہیں چلتا قربت کے شدید لمحوں میں وہ جن آنکھوں پر محبت کی برسات کرتے ہیں
وہ اس لڑکی کی ہو سکتی ہیں جو ان کے لیے اجنبی ہے۔
یا نفرت اور غصے سے بھرے الفاظ کی بوچھاڑ جو میری زبان سے ہوتی ہے درحقیقت کوئی
معنی نہیں رکھتی کیونکہ نیلوفر سے ملنے کے بعد میرے دل میں کسی کی شکایت پیدا ہونا ناممکن سی بات
ہے۔
سب لوگ دراصل میرے نزدیک زندگی گزارنے کے لیے چوری کردہ وسائل سے زیادہ
نہیں جنھیں استعمال کرنے سے میں اپنے کام کا کچھ وقت بچا کے اسے نیلوفر کے ساتھ گزار سکتی
ہوں۔

نیلوفر جیسے خاندان سے تعلق رکھتی ہے، جیسے دوستوں کو پسند کرتی ہے اور جیسے لڑکے سے
محبت کرتی ہے ایسے لوگ میری پہنچ سے بہت دور ہو چکے ہیں
یا کہنا چاہیے کہ میں نے ایسے لوگوں کا صرف تصّور کیا ہے۔

اس کی زندگی میں کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر میں اتفاقیہ بھی اس سے ٹکرا سکوں یا کوئی ایسا
شخص جسے میں جانتی ہوں کبھی اس سے ملے۔
یہی وجہ ہے کہ وہ میرے نام سے بھی واقف نہیں ہے حالانکہ ہم اپنی عمروں کے فرق کے
ساتھ ایک ہی زمانے میں رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ وہیں آس پاس ہوتی ہے جہاں میں ہوتی ہوں۔

میری عُمر بڑھتی جاتی ہے اور حُسن زوال پذیر ہے۔
نیلوفر کی عمر اور حُسن ایک مقام پر ہیں
جس کی وجہ سے ہمارا فرق بڑھتا جاتا ہے
اور ہماری زندگی کی کہانیاں مختلف ہوتی جاتی ہیں۔

اگرچہ میں سمجھتی ہوں کہ میری اور نیلوفر کی خوبیوں میں ماہیت کا نہیں صرف درجے کا فرق ہے مگر ہماری زندگیوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور ہماری قسمتوں میں بھی۔
میری طرح نیلوفر بھی معمولی غلطیاں کرتی ہے مگر اس کی سزا صرف اتنی ہی ہوتی ہے جس کی وہ مستحق ہے جب کہ میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا ہے۔

بظاہر میرے اور نیلوفر کے درمیان بقاء کی جنگ ہے مگر ہمارے مفادات مشترک ہیں۔
میں نیلوفر کی کہانیاں زندہ رکھتی ہوں اور اس کی لازوال کہانیاں مجھے ایک عالم عشرت میں رکھتی ہیں۔
ہماری زندگی اور موت بھی مشترک ہیں۔

اس کی کشش مجھے کارناموں کی حسرت اور انسانوں کی خواہش سے دور لے آئی ہے۔
وہ ایک ہتھیار ہے جس نے مجھے دائمی فتح بخش دی
اس نے دُنیا کو آسان اور قابل مذاق بنایا۔

دُنیا میں کوئی نیلوفر کا مقابل ہے اور نہ متبادل
ایسا ہوسکتا ہے
میں اس کا پیچھا کرتے دُور نکل جاؤں
میں اس کا پیچھا کرتے مٹی میں دھنس جاؤں
میں اس کا پیچھا کرتے عالمِ انبساط میں مَر جاؤں۔

ہر سمے مصروف

ہر سمے مصروف ہاتھ
چاند اور سورج سجاتے
اس زمیں کو جھاڑ کر خوشبو اُگاتے
گرم تپتی زندگی میں چاندنی کی برف پھیلاتے ہوئے
سرد اونچے بند دروازوں کے پیچھے
دوسروں کے واسطے
ادھ بجھی چنگاریوں سے آگ دہکاتے ہوئے
آسمانوں سے زمیں تک پھیلتی
ساری غلاظت کو سمیٹے
موسموں کی سختیوں سے کھُردرے
ہر سمے مصرُوف ہاتھ

ہر سمے مصروف پیر
ایستادہ
بند دروازوں کے پیچھے قید میں
وسعتوں سے بے خبر
ایک ہی چھوٹے سے قطعے پر
ہزاروں سینکڑوں چکر لگاتے
درد سے بے تاب اور بے خواب پیر

سخت کانٹوں پر چلیں اور پھول بکھرا دیں
ازل سے ہیں برہنہ
ہر سمے مصروف پیر

ہر سمے مصروف آنکھیں
گھور تاریکی میں اک سچائی کو پہچانتی
بھوک سے، بیماریوں سے، گولیوں سے زخم کھائے
موت کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے
بچوں کو جاتا دیکھتی
مصروف آنکھیں
بند دروازوں کے باہر
روشنی کے سلسلوں سے خواب چُنتی
آنسوؤں سے تربتر
ذلتوں کی مار کھائے
جھریوں سے پُرحسین چہرے پہ ہیں آراستہ
ہر سمے مصروف آنکھیں

ہر سمے مصروف دِل
پیار اور نفرت کی پن چکی چلاتا
ایک لمحے سائے میں ہے
دوسرے لمحے ہے تپتی دھوپ میں
غم ستاروں کی طرح سجتے ہیں
جس کے رُوپ پر

ہاتھ کے لرزاں کٹورے میں بھرا پانی
گرا ہونٹوں تلک آنے سے پہلے ہی
تڑپتا پیاس سے ہے
ہر سمے مصروف دِل
ہاتھ، پیروں اور آنکھوں سے جو زیادہ زخم کھائے
اور چھپائے خنجروں کی آرزو
پیار کے اور نفرتوں کے درمیاں دہلیز پر
آج دیکھو کون سا ہے فیصلہ کرتا ہوا
ہر سمے مصروف دِل

شہر کی تاریخ

سیٹ پر پیر پھیلائے بیٹھی
بوڑھی مزدور عورت کو
ڈرائیور نے یاد دلایا
اس کی منزل آ گئی
بس کا کرایہ دینے کے بعد بچا ہوا
اس کا کُل سرمایہ
اس کی واحد چونی
بس کے دروازے سے لڑھکتی ہوئی نیچے گر گئی
ڈرائیور، کنڈیکٹر اور دو مسافر طالب علموں کی
پانچ منٹ کی کاوش بالآخر کامیاب ہوئی
چونی مل گئی
شہر بن رہا تھا

بھیڑ کو چیرتی بمشکل دروازے پر پہنچتی
بوڑھی مزدور عورت
بس سے اُترتے ہی
چیخ چیخ کر رونے لگی
اس کا واحد نوٹ
بٹوے سمیت

بھیڑ کی نذر ہوا
بوڑھی مزدور عورت کو
دو طالب علموں کے بروقت دھکّے نے
چلتی ہوئی بس کے نیچے آنے سے بچا لیا
شہر پھیل رہا تھا

بوڑھی مزدور عورت کا پیر
چھت تک بھری بس میں
اپنی منزل کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے
ایک ٹوکری پر پڑا
ایک دھماکے نے
بوڑھی مزدور عورت کا واحد سرمایہ
اس کا محنتی جسم
بیسیوں دوسرے جسموں میں مدغم کر دیا
بہت سے طالب علموں نے کوشش کی
مگر اس کا پورا جسم جمع نہ کر سکے
شہر ٹوٹ رہا تھا

کلفٹن، ناظم آباد اور کورنگی

کلفٹن میں زمین کی قیمتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں
ناظم آباد میں لوگوں کو اندیشہ ہے
مکانوں کی ایک حد پر رکی ہوئی قیمتیں کہیں گر نہ جائیں
کورنگی میں لوگ مر رہے ہیں

کلفٹن والے ناظم آباد اور کورنگی کی کہانیاں نہیں جانتے
ناظم آباد والے کلفٹن کی کہانی جانتے ہیں
اور اس بات پر جز بز اور پریشان ہوتے ہیں
کہ کلفٹن والے کورنگی کے ساتھ ناظم آباد کو بھی
خطرناک کیوں سمجھتے ہیں

کورنگی والے سب کچھ جانتے ہیں
اور یہ بھی کہ
ان کے لیے اپنی کہانیاں سنانا تقریباً ناممکن ہے

کورنگی سے شہرزاد کہانیاں لے کے آتی ہے
جن سے یہ وضاحت نہیں ہو پاتی
کہ کورنگی اور دوسرے علاقوں کے بیچ میں
اکا دکا کانٹوں بھری جھاڑیوں والا

بہت بڑا بنجر میدان
کیوں رکھا گیا ہے
جس میں فائرنگ کے دوران اگر کوئی پھنس جائے
تو بندوقیں لازماً اسے ڈھونڈ لیں

ناظم آباد والے اکثر
اپنی سیکنڈ ہینڈ گاڑیاں
کلفٹن کی سڑکوں پر دوڑاتے ہیں
اور بے شمار اسٹیٹ ایجنسیوں میں سے
کسی ایک کے آفس کے سامنے سوچ میں پڑ جاتے ہیں
کلفٹن والوں کو ان کی گاڑیاں عجیب لگتی سی ہیں

کورنگی کی شہرزاد کہانی سناتی ہے
صرف پچیس ہزار میں
پولس کی قید میں سے
سات بچوں کے سرپرست
رنگریز کی دکان میں کام کرنے والے
شہریار عرف شہزادہ کو خریدا جا سکتا ہے
پچیس ہزار روپے میں
ہر روز اہم ہے
شہریار کا ایک بازو توڑا جا چکا ہے

صرف پچیس ہزار روپے میں

کلفٹن میں دو گز زمیں بھی مل سکتی ہے

ناظم آباد والے سوچ مین پڑ جاتے ہیں
شہزادہ شہریار کو بچانا
کبھی بہت آسان لگتا ہے، کبھی بہت مشکل

ٹھیرا ہوا پانی

جس شہر کے نام کا مطلب 'ٹھیرا ہوا پانی' ہے
وہاں فارینہ میری دوست
ملائیشیا سے آئی
اور خوش لباسی اور رقص میں انعام حاصل کیے

فارینہ ایرانی ساسان پر عاشق ہوئی
جس نے پڑھائی چھوڑ کر
''ہاؤس آف گرِیکس'' میں بیرا گیری کی

ساسان کو امریکہ سے نکال کر
ایرانی جنگ میں جھونک دیا جاتا
اگر وہ وقت پر
بھاری قیمت ادا کر کے
ایک امریکی لڑکی سے شادی کا ڈھونگ نہ رچاتا۔

ساسان نے فارینہ کو خوش لباسی اور رقص سکھایا
ساسان نے فارینہ کو پرو پوز نہیں کیا۔

''ٹھیرے ہوئے پانی'' سے پرواز کے موقعے پر

جب فارینہ کے سامان کا وزن زیادہ ہو گیا
اس کے گل دان مجھے
اور ٹھیرے ہوئے پانی میں کھینچی گئی تصویروں کے البم
ساسان کو ملے۔

فارینہ کی خواہش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
ہم یہ چیزیں اسے واپس بھیجے بغیر
''ٹھیرا ہوا پانی'' چھوڑ کر چلے گئے۔

افسوس کی بات ہے
فارینہ اور ساسان کا خیال کرنے کے بجائے
چند ایرانیوں نے چند امریکیوں کو بلا وجہ یرغمال بنایا
اور خمینی اور صدام نے بھی
اپنی ہٹ دھرمی میں
خواہ مخواہ ہی جنگ کو طول دیا
ورنہ شاید
فارینہ اور ساسان ہمیشہ ٹھیرے ہوئے پانی میں رہتے

مائرہ آرتھر زندہ رہ گئی

مائرہ آرتھر نے جیسن اور آئرلینڈ کو ایک ساتھ چھوڑا

جیسن کے ساتھ پانچ سالہ رفاقت کے بعد
مائرہ آرتھر نے فیصلہ کیا
کہ مردوں اور آئرلینڈ سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی

اس نے بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھایا
فیمینزم پر کتابیں لکھیں
مشہور شاعرہ بنی

لیکن جب بدقسمتی سے
مائرہ آرتھر کو اچانک ہی بچے اچھے لگنے لگے
تو اسے تلاش ہوئی
ایک چھوٹے قد اور کم شیو والے دبلے پتلے مرد کی

غریب اور کم پڑھے لکھے وکٹر نے
معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے
مقررہ قیمت وصول کرنے کے باوجود
مائرہ آرتھر اور اس کی بیٹی سے

دست بردار ہونے سے انکار کر دیا
عدالت نے مائرہ آرتھر کی سابق محبوباؤں کے
اس جھوٹے بیان کے باوجود
کہ ان کا مائرہ آرتھر سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا
مائرہ آرتھر کی بیٹی
غریب اور بے روزگار وکٹر کے حوالے کر دی

مائرہ آرتھر زندہ رہ گئی
اس کی بیٹی زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکی

پاگلوں کے درمیاں

کیتھرین کا کہنا ہے
اس کی زندگی میں جتنے لوگ آئے
سب پاگل تھے

کیتھرین ویت نام میں مارے گئے ایک فوجی کی بیٹی تھی
جب وہ بارہ سال کی عمر میں
اپنی پاگل ماں کی حرکتوں پر
چیخنے چلانے لگی
تو اس کی ماں نے
اسے حکومت کو دے دیا
اس عمر کے بچوں کو لوگ امریکہ میں اڈوپٹ نہیں کرتے

کیتھرین سرکاری یتیم خانے کے پاگلوں کے ساتھ
زیادہ عرصہ نہیں رہی
مگر اس نے بڑی غلطی کی
اپنے سے پندرہ سال بڑے
ایک پاگل
ڈگلس ریمیسون سے
نہ صرف شادی کی

بلکہ اپنے بیٹے کا نام بھی
ڈگلس ریمیسون رکھ دیا
اور ان کے بارے میں
بڑا ڈگ اور چھوٹا ڈگ کہہ کر بات کی

پاگل بڑے ڈگ نے خود کو بدھا کا پیرو کار کہا
اور بدھا سے نفرت کرنے پر
کیتھرین کو بری طرح مارا اور
عدالت کی طرف سے مقرر کردہ خرچہ بند کر دینے کی دھمکی دی

کیتھرین کا خیال تھا
بڑے ڈگ کی ساری کوشش
چھوٹے ڈگ کو اپنا مرید بنانے
یعنی پاگل کرنے کی ہے

بڑے ڈگ کے کروڑ پتی زمیندار والدین بھی پاگل سے ہی تھے
وہ اپنے ناکارہ بیٹے کے اس قدر حسین بیوی بچے سے
شاذونادر ہی ملے
اور بہت تھوڑے پیسوں کے لیے بھی
کیتھرین کی التجاؤں پر کوئی توجہ نہ دی
جب کہ وہ چاہتی تھی
وہ اس کی طرف سے اپنے بیٹے کے خلاف وکیل کریں

پاگل بڑا ڈگ ہمیشہ اکیلا اپنی جاگیر پر رہا
اور کیتھرین شہر میں کرائے کے کمرے میں
کیتھرین کبھی کوئی وکیل نہ کر سکی
اپنی طلاق کو روکنے کے لیے
اور بچے کے خرچے کے لیے
اس نے بڑے ڈگ سے مقدمے خود ہی لڑے
لیکن اسے پاگل ثابت نہ کر سکی

کیتھرین کا دوسرا ناجائز بچہ
الجیریا کے ایک پاگل عرب سے ہوا
جس کی روسی بیوی
دو بچوں کی ماں
عجیب ہی منصوبہ بنا رہی تھی

وہ بغیر پیسے خرچ کیے
کیتھرین سے اپنے شوہر کی دوسری شادی کرا کے
امریکہ میں ہمیشہ رہنے کی آزادی چاہتی تھی
کیتھرین اس سازش کا شکار نہیں ہوئی
اور اپنے دوسرے بیٹے کا آخری نام بھی ریمیسون ہی رکھ دیا

لیکن اس کے باوجود
بڑا ڈگ چھوٹے ڈگ کو بالآخر پاگل بنا کر
اپنے ساتھ لے گیا

اور اسکول بھیجنے کے بجائے
گھر میں بند کر کے بدھا کا فلسفہ سمجھاتا رہا
کیتھرین نے اپنے دل کو دوسرے بیٹے سے بہلایا

افسوس کہ میں عدالت سے ڈر گئی
اور کیتھرین کے لیے گواہی دیتے وقت
کوئی جھوٹی بات نہ کہہ سکی

ورنہ شاید
کیتھرین کو اطمینان ہو جاتا
کہ اس کی زندگی میں ایک عورت آئی
جو پاگل نہیں تھی

جہاں غیر ملکیوں کے نام بگڑ جاتے ہیں

جہاں غیر ملکیوں کے نام بگڑ جاتے ہیں
کامنا کا نام کمانا ہو گیا

اطالوی اور فرانسیسی فلموں کی دلدادہ
اینتھروپولوجی کی طالبہ
جنوبی ایشیاء سے آئی ہوئی
مگر غیر معمولی طور پر صاف رنگت والی
دو بچوں کی مطلقہ ماں
کمانا گوڈی پاٹی نے
ٹینس کے شوقین
نفسیات کے طالب علم
شمالی افریقہ کے سیاہ فام
بیوی اور ایک بچے کے ساتھ رہنے والے
شیری کلائن ویرا کو
شادی شدہ طلباء کے کامپلیکس میں واقع
اپنے ایک کمرے کے اپارٹمنٹ میں
ایک اطالوی فلم دیکھنے کے لیے
اس وقت بلایا
جب اس کے دونوں بچے گھر پہ نہیں تھے

شاید کوئی یقین نہ کرے
مگر یہ محض اتفاق تھا
کہ شیری کلائن ویرا
لائبریری کے کوریڈور میں کمانا کو مل گیا
اور فلموں کے بارے میں
اُس کے علم سے متاثر ہو کر
اُس دن ٹینس کا پروگرام ملتوی کر کے
اس کے پاس اتفاق سے موجود
اطالوی فلم کو دیکھنے میں دلچسپی لینے لگا

شادی کے نام پر
بار بار دھوکا کھا کر
اپنی دولت گنوانے والی
ایک طوائف کی زندگی پر مبنی
فلم کے دوران
شیری نے کمانا کے رُخساروں اور ہونٹوں کو چھونا شروع کیا
جس پر فلم میں اپنی محویت سے چونک کر
کمانا نے ہنسنا شروع کر دیا

بستر میں کمانا
اپنے پیٹ پر چربی کی ہلکی سی تہہ
اور رانوں کے بالوں سے

شرمندہ سی ہو گئی
مگر شیری کو ان خامیوں کی کوئی خاص پرواہ نہیں تھی

کمانا اپنی طبعی سادگی، تنہائی پسندی اور محدود تجربات کی بناء پر
بستر میں شیری کی کارکردگی کا تجزیہ
نہیں کر سکتی تھی
اس نے شیری کی تعریف ہی کی
اور بہت سی فلموں کے نام بتائے
جو وہ مستقبل میں ساتھ دیکھ سکتے تھے

اس نے شیری کی بیوی اور بچے سے ملنے کی خواہش کی
اور اس بات پر افسوس کیا
کہ افریقہ اور ایشیاء کی فلمیں
بین الاقوامی مارکیٹ میں پہنچ نہیں پاتیں

ٹینس کے ٹورنامنٹ
اور دوسری مصروفیات کی بناء پر
شیری کمانا کے ساتھ کوئی اور فلم نہیں دیکھ سکا
نہ ہی اپنی بیوی کو اس سے ملا سکا
کمانا نے کوشش کی
مگر افریقہ کی کوئی فلم حاصل نہ کر سکی
نہ ہی کبھی شیری کو یہ بتا سکی
کہ اس کا اصلی نام کمانا نہیں بلکہ کامنا ہے۔

میریانا میری رُوم میٹ

پورٹو ریکو کے کورتازا نے
ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے
سہاروں کی تلاش میں بھٹکنے والی
میریانا کو
اس کے بیٹے کی تلاش میں
لمبی ڈرائیو پر لے جانے سے پہلے
دبوچتے ہوئے بتایا
کہ وہ جنسی عمل کو ایک گھنٹے تک جاری رکھ سکتا ہے

میریانا نے
اپنے بار بار کھو جانے والے
بن باپ کے بیٹے کے مل جانے کے بعد
کسی کام کے لیے
کورتازا کو زحمت دینے سے گریز کیا

موسیقی کے دیوانے
کورتازا کے ساتھ
ہسپانوی موسیقی کے کنسرٹ میں جانے پر
آمادگی ظاہر کرتے ہوئے

میریانا کی ہتک
میرے دل میں
پھانس کی طرح چبھ رہی تھی

کنسرٹ ہال میں
کورتازا نے اس بات کا خاص خیال رکھا
کہ اس کے بدن کا کوئی حصّہ
غلطی سے بھی
میرے بدن سے نہ ٹکرائے

کورتازا کے گھر پر
پورٹوریکو کی موسیقی
اور شراب کے نشے میں
میرے ذہن میں
میریانا کی شبیہ دھندلی ہونے لگی
اور میں نے کورتازا کو
وہ بے انتہا رومانی گیت سنا دیے
جو میں نے لمبی تنہائیوں سے لڑتے ہوئے
انتہائی احمقانہ دیوانگی کے عالم میں
رات رات بھر جاگ کر لکھے اور گائے تھے
اور جو میں نے کسی کو نہ کبھی سنائے تھے
اور نہ ہی سنانے کا ارادہ رکھا تھا

کورتازا نے مجھے رخصت کرتے ہوئے

ہاتھ ملایا اور بتایا
کہ ہندی موسیقی کی گہری رومانیت اسے منفرد لگی

کورتازا نے مجھے دوبارہ دعوت نہیں دی
مگر جب بھی مجھے یا میریانا کو دیکھا
مسکرا کے ملا
اور ہم سے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی

بیس ڈالر کا قالین، دو ڈالر کی چھتری

بیس ڈالر کا کئی بار کا بکا ہوا قالین
لاؤنج میں بچھانے کے مشکل کام میں مصروف
خوب صورت جیسمین کو
اس کے کورین ہمسایوں کے مہمان
سانولے اور کم قامت
اس کے ہم وطن
عبدالرحمان نے
ادھ کھلے دروازے سے دیکھا
اور پوچھا
''میں آپ کی کچھ مدد کروں؟''
اکیلے پن اور اپنے کام کی مشکل پہ شرمسار مسکراہٹ لیے
جیسمین نے اُس کے لیے دروازہ پورا کھول دیا

قالین لاؤنج کو پورا نہ ڈھانپ سکا
تو عبدالرحمان نے
جیسمین کا غم غلط کرنے کے لیے
اُس کے ساتھ شامی کباب بنائے اور چائے کے ساتھ
لاؤنج میں بچھے
قالین پر ہی بیٹھ کر کھائے۔

جیسمین نے عبدالرحمان کو رحمان کہنا پسند کیا
اور اسے اجازت دی
کہ وہ چاہے تو اسے
اس کے پُرانے نام یاسمین سے پکارے
جسے اس کے جدّت پسند سابق شوہر نے
بدل کر جیسمین کر دیا تھا
رحمان نے جیسمین کو جیسمین ہی پکارا

اس نے جیسمین کو
مشرقِ وسطیٰ میں اپنے قیام کے دوران
ایک سعودی شیخ زادی سے
اپنی شادی اور طلاق کا واقعہ سنایا
اور اپنی ذاتی امارت اور سیاحت کے خبط کا سبب
اپنی خاندانی دولت کو نہیں
بلکہ جدہ میں نوکری اور شادی کو قرار دیا۔

تقریباً آدھی دُنیا دیکھے ہوئے
عبدالرحمان نے
دوسری ملاقات میں
سکون پسند اور ادب کی کتابیں جمع کرنے کی شوقین جیسمین کو
برفانی پہاڑوں پر کیمپنگ کی دعوت دی
اور اس کے ساتھ کھیل کھیلا

''اگر میں تمھاری جگہ ہوں تو میں کیا کروں''
رحمان نے کہا
اگر وہ جیسمین کی جگہ ہو
تو فوراً ایک عاشق تلاش کرے
خوبصورت جیسمین صرف مسکرائی
اور اُسے اپنی قدامت پسندی
اور اپنے پُرانے ہتھیلی پر جان لیے پھرنے والے
بیسیوں عاشقوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

عبدالرحمان کی رات گئے رُخصت ہوتے ہوئے
ہاتھ ملانے کے علاوہ
اُس کے رخسار کو چومنے کی کوشش پر
جیسمین پریشان اور تقریباً ناراض ہوگئی
اور اگلی ملاقات میں
اس سے پُر جوش درخواست کی
کہ وہ اس کے عشق میں مبتلا نہ ہو
رحمان جھینپ گیا
اور مہنگی شیمپین کا صحیح لُطف نہ اُٹھا سکا

پھر بھی جیسمین کا اکیلا پن اور کار کا پنکچر
رحمان کو آخر کار اس کے قریب لے آئے
اور ایک رات تقریباً دو بجے
جیسمین کے قالین پہ بچھے بستر سے

رخصت ہوتے ہوئے
رحمان نے اسے اطمینان دلایا
کہ وہ جیسمین کے مشورے کے مطابق
خود کو اس کی محبت میں گرفتار ہونے سے باز رکھے گا

برفانی پہاڑ پر
عبدالرحمان کے ساتھ
ایک کورین لڑکی گئی
اور جانے سے پہلے
وہ جیسمین کے پاس بھولے سے چھوڑی ہوئی
دو ڈالر کی چھتری واپس لینے آیا۔

شاید کوئی سمجھے
جیسمین کو اس کا افسوس ہوا ہوگا
مگر ایسا نہیں
وہ برفانی پہاڑ پر کیمپنگ کے لیے ہرگز نہ جاتی
نہ اس آدھی دنیا کو دیکھنے کے لیے
جو رحمان نے اب تک نہیں دیکھی تھی۔

چند ہی دنوں میں
جیسمین کو اندازہ ہو گیا
کہ اس کی ناتجربہ کاری اور سادگی کی بناء پر
دس ڈالر کا قالین اسے بیس ڈالر میں بیچا گیا تھا

اس نے اسے فوراً ہی باہر پھینکنے کا فیصلہ کیا
اور یہ بھی سوچا
کہ وہ مارکیز کا ناول
''تنہائی کے سو سال''
ختم کرنے کے بعد
کوئی اور کتاب شروع کرنے کی خواہش پر قابو رکھے گی
اور پہلے قانونی طور پر اپنا نام یاسمین کرنے کے لیے
کچھ نہ کچھ کرے گی۔

ٹینی لی اون کو کون پہچانے گا

ٹیانامن اسکوائر سے پہلے بھی
چینیوں پر اتنے مظالم ہوتے رہے تھے
کہ امریکہ ہجرت کرنے والے
بہت سوں نے
اپنے بچوں کے چینی نام
امریکی ناموں سے بدل دیے

یہ عمل
دوسری جنگ عظیم کے دوران
روپوش ہونے کی شدید ضرورت کے تحت
یورپی یہودیوں کے
نام بدلنے کے عمل سے
یقیناً مختلف تھا

تیان وانگ لی
جسے بچپن میں
ثقافتی انقلاب کے دوران
اسکول کے بجائے
کھیتوں میں مزدوری کرنے بھیجا گیا تھا

اور جو ایک سیاسی شاعرہ
اور ایک چین میں نظر بند صحافی کی بیوی تھی
اپنے بچے کا نام نہیں بدل سکی

تیان وانگ لی کو مجبور لوگوں سے یقیناً محبت تھی
لیکن تھوڑے سے پیسوں کے لیے
ایک بوڑھی اپاہج سنکی عورت کی
نگہداشت کی محنت برداشت کرتے کرتے
وہ رونے سی لگی

راتوں رات چھپ کر نکلنے والی
تیان وانگ لی کو
اپنی نئی نئی حاصل کردہ آزادی کی قدر تھی
جس کے لیے اس نے
اپنے شیر خوار بیٹے کی قربت کو بھی
نامعلوم مدت کے لیے قربان کیا تھا

تیان وانگ لی نے
بہت سے شہروں میں بسیرا کیا
ہر جگہ محنت کی
اور چینی تنظیموں کی طرف سے
چین کے سیاسی قیدیوں کو چھڑانے کے لیے
فنڈ ریزنگ کی تحریکوں میں زور شور سے حصہ لیا۔

جب عورتوں کی آزادی کے زبردست حامی
مارک وٹالس نے
اس کا نام یادرکھنے کی دشواری کا اظہار کیا
تواس نے دوستوں کے اصرار پر
اپنانام ٹینی لی اون رکھ لیا۔

ہم سوچ سکتے ہیں
ایسا کرتے ہوئے
تیان وانگ لی کو خیال رہا ہوگا
یہ ضروری نہیں ہے
کہ اسکا عام چینی خاندانوں کی طرح کا
واحد بچے والا چھوٹا سا خاندان
مستقبل بعید میں کبھی اس سے ملے
تو ٹیں ی لی اون کو آسانی سے پہچان لے۔

فوڈا سٹیمپس کی شناخت

اچھی خاصی تعداد ہے
امریکہ کے جنوبی علاقوں میں
ایسے لوگوں کی
جو میکسیکو کی امارا نتا کی طرح
فوڈا سٹیمپس پر ہی زندہ رہتے ہیں
سیکس کرتے ہیں
بچے پیدا کرتے ہیں
اور بچوں کو بھی فوڈا سٹیمپس پر ہی پال لیتے ہیں

فوڈا سٹیمپس جاری کرنے والوں کے علاوہ
کچھ دوسرے مجھ جیسے ہمدرد لوگ
ان کی مدد کے لیے
اگر ان سے فوڈا سٹیمپس خرید کر
انھیں پیسے نہ دیں
تو وہ کھانے کے علاوہ کوئی دوسری شے
جیسے کہ ٹوتھ پیسٹ
کبھی نہ خرید سکیں

امارا نتا نے

عام لاطینی لڑکیوں کے برخلاف
انگریزی پر عبور حاصل کیا ہے
اور بھول گئی ہے
کہ میکسیکو کا سرحدی شہر میٹا مورس شروع ہوتے ہی
انگریزی کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں
کچھ عجیب انداز سے
جیسا کہ میٹا مورس کی سرحد پر
انگریزی کے لیے
کسی نے وہ الارم نصب کیا ہو
جو امریکہ کے
بلکہ ساری دنیا کے
بڑے بڑے گھروں میں
رات گئے دبے پاؤں داخل ہونے والے
چوروں کے لیے لگایا جاتا ہے

امارانتا کو انگریزی سے واقفیت کی بنا پر
کئی فائدے ہیں
اور یہ بھی ہے
کہ ایک پاکستانی انگریزی کی استانی کی
یعنی میری
دوستی بھی حاصل ہے
حالانکہ وہ پاکستان اور میکسیکو کے درمیان مشترک باتیں
جیسے کہ غیر ملکی امداد اور ڈرگ مافیا کے اثرات

نہیں جانتی
وہ یہ بھی نہیں جانتی
کہ جغرافیائی طول البلد اور عرض البلد پر
پاکستان اور میکسیکو بالکل آمنے سامنے ہیں
یعنی دنیا کے ایک طرف پاکستان ہے تو دوسری طرف میکسیکو
اور پاکستان میں رات کے بارہ بجتے ہیں
تو میکسیکو میں دن کے بارہ بجتے ہیں

اچھی خاصی انگریزی جاننے کے باوجود
امارانتا کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ فوڈ اسٹیمپس پر خریداری کرتے
وہ کچھ جاننا چاہے
تو سیلز مین اس کے بات شروع کرنے سے پہلے ہی
کسی ہسپانوی جاننے والے کو بلا لیتا ہے
اور اس زحمت پر بڑبڑاتا ہوا چلا جاتا ہے

عجیب بات ہے
کہ جب میں نے
امارانتا کو ٹوتھ پیسٹ دلانے کی غرض سے
خریدے ہوئے فوڈ اسٹیمپس استعمال کرنا چاہے
تو سیلز مین میرے لیے بھی
ایک ہسپانوی نژاد کو بلا لایا
اور میں ہسپانوی سے بالکل ناواقف

شرمندگی میں غرق
اس کی شکل دیکھتی رہی
زبان سنتی رہی
اور سوچتی رہی
پاکستانیوں اور میکسیکیوں کی شکلیں بھی کس قدر ملتی ہیں
اور فوڈ اسٹیمپس کی شناخت
دنیا میں سب سے بڑی ہے

شُکر گزار عورتوں کا ترانہ

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے
ہمیں ایک طویل قطار میں جگہ ملی
جس کے سامنے کاؤنٹر کبھی نہ کبھی کھل جائے گا
اور ہمارا کام جلد یا بدیر تکمیل کو پہنچ جائے گا

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے
ہمیں ہر قسم کے کام کاج کی اچھی تربیت ملی
جو ہمیشہ ہمارے کام آتی رہے گی

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے
ایک لمبی تگ ودو اور بہت سی شرمندگیوں کے بعد
بالآخر کسی نے ہمارا ہاتھ تھام لیا
اب ہم اپنی خوش اخلاقی، محبت اور خدمت سے
خود کو اس کا اہل ثابت کر سکیں گے
اور ہماری اچھائیوں کے چرچے ممکن ہو سکیں گے

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے
اگرچہ ہم اس ملک میں پیدا ہوئیں
جہاں ہماری خرید و فروخت کا کاروبار منظم ہے

مگر ہمارا خریدار وہ ظالم نہیں
جو ہمیں لہولہان کرتا ہو

ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے
ہماری ترقی کے لیے کسی نے
ہمیں پوری طرح بے لباس کرنا ضروری نہیں سمجھا
اور تھوڑی بہت ڈپلومیسی کام آ گئی

ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے
ہمارا ذکر اخبار کے اندرونی صفحات میں
اُس بے نام شخص کے ذکر کے ساتھ نہیں آیا
جسے نامعلوم سمت سے آتی ہوئی بے سبب گولی ہلاک کر گئی

ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے
ہمارا نام کسی ٹائپسٹ کی غلطی سے بدلا نہیں گیا
اور اس بُنیاد پر ہماری قید میں اضافہ نہیں ہوا

ہمیں شُکرگزار ہونا چاہیے
کسی معمولی اور احمقانہ ناانصافی کی طرف
لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لیے
ہمیں احتجاجاً سرِ عام اپنے آپ کو جلانا نہیں پڑا

ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے

ہمیں ایک قطار میں جگہ ملی
جس کے سامنے کاؤنٹر کبھی نہ کبھی کھل جائے گا
اور یہ کارآمد قیدیوں کی
ان ناقابل استعمال بیویوں کی قطار بھی نہیں
جنھیں موت کے حمام میں بھیجنا ضروری سمجھا گیا ہو۔

قبرستان کے مجاور

سیاہ، اُجاڑ، بکھرے بالوں کو
میرے ماتھے سے سمیٹ کر
ساس نے کہا
جب ساٹھ سال کی ہو گی تب سمجھو گی
ایک گھر کے لیے کیا کیا قربانیاں دی جاتی ہیں

بے تاب، خودسر، باغی آنسوؤں کو
میرے رخساروں سے پونچھ کر
سُسر نے کہا
جب ساٹھ سال کی ہو گی
تب ہماری بیٹی
بے وقوفانہ باتیں چھوڑ کر
اپنی ساس کی طرح بارعب شخصیت میں کیسی لگے گی

بے چین، پریشان، اُداس رات میں
تم نے لحاف سر پر تاننے سے پہلے
میرے بالوں اور ماتھے کو چوم کے کہا
تم خواہ مخواہ اُداس ہوتی ہو
تم ساٹھ سال کی ہو گی

تب بھی میں تمھیں اتنا ہی چاہوں گا

ویران، تنہا، بوجھل دنوں میں
میں سوچ رہی ہوں، کیا مصیبت ہے
عورتوں کو کہاں کہاں روکا جاتا ہے
قبرستانوں تک میں جانے نہیں دیتے
مجھے تمھاری قبر پر کون لے جائے گا
میں ساٹھ سال کی ہوجاؤں
تو شاید میرے اکیلے قبرستان جانے پر
کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو
اور قبرستان کے مجاور شاید
میرا راستہ نہ روکیں

ایک بارش کے بعد

ایک بارش نے ہمیں
ایک چھتری کے نیچے
اکٹھا کر دیا
وہ چھتری میری تھی

ایک بارش نے ہمیں
ایک کمرے میں
یک جا کر دیا
وہ کمرا میرا تھا

ایک بارش نے ہمیں
ایک بستر میں
عُریاں کر دیا
وہ بستر میرا تھا

ایک بارش نے ہمیں
سرد راتوں میں
تنہا کر دیا
وہ تنہائی میری تھی

ایک بارش نے ہمیں
جیون رستے میں
ایک قبر سے ملایا
وہ قبر میری تھی

ایک بارش کے بعد
تم نے قبر سے نکل کر
ایک چھتری اُٹھائی
اور ایک کمرے میں
ایک بستر پر
تنہا سو گئے

پھیکی چائے بنانے والیاں

ہمیشہ پھیکی چائے بنانے والیاں
جب اپنا گھر سجا لیتی ہیں
تو حد درجہ سنگدل ہو جاتی ہیں۔

وہ بہوؤں کے لیے ماچسوں کی تیلیاں بھی گن گن کے رکھتی ہیں
کبھی کبھی آنے والے بیٹیوں کے بچّے فرمائشیں کریں
تو ناک بھوں چڑھائے بغیر پوری نہیں کرتیں
اور رات دن بیٹھی
اپنی کفایت شعاریوں کے قصّے
بڑھا چڑھا کے
لڑکیوں پہ طعن و طنز کے ساتھ دُہرایا کرتی ہیں

پھیکی چائے بنانے والیاں
ٹومیٹو کیچپ گھر میں تیار کرنے کی تربیت دیتی ہیں
اور شادی اور سوئم کا حساب خوب جانتی ہیں
وہ عام طور پر جلدی اور آسانی سے مرتی ہیں
اور شکر کی قیمت مرتے دم تک
یاد رکھتی ہیں۔

ہمیشہ پھیکی چائے بنانے والیاں
شہد کی نہروں کا
بہت زیادہ دن
انتظار نہیں کر پاتیں۔

نازنین صادق اپنے نام کی لاج رکھیں

نازنین صادق اپنے آپ کو سنبھالیں
ہوش کے ناخن لیں
رات بارہ بارہ بجے تک
ٹیلی فون پر دوستوں سے
گفتگو کچھ کم کریں

آپ کیا سمجھتی ہیں
آپ نے تخئیل کی
ہمیشہ سے موجود
خوب صورت راہداریوں
مضبوط کٹہروں اور
لمبی جیوری والی
لوگوں کی عدالت
کیا بم سے اُڑا دی ہے

نازنین صادق
آپ بھول گئیں
سترہ سال کی کچی عمر میں
جب لڑکیاں کسی بات پر سنجیدہ نہیں ہوتیں

آپ کس قدر خوف ناک اسکینڈل سے گزریں
جس نے آپ کے بلند عزائم اور اسکول کی محنت کو
مٹّی میں ملا دیا
اور ہیروں جیسی جگمگاتی محبت
آپ کی مُٹھّی سے
پانی ہوکر بہہ گئی

نازنین صادق
آپ شاید نہ مانیں
آپ نے شادی کو بھی یا تو کھیل سمجھا
یا اپنے بوجھ سے فرار کا راستہ
آپ نے جسے محبت کہا
وہ آپ کی اپنی تنہائی کا جنجال تھا
آپ نے خدمت کی تو اس کا کیا ذکر
آپ کا آدھا دل ہمیشہ کہیں اور تھا

نازین صادق
اب آپ کا دل کیوں گھبراتا ہے
کیا ہوا جو آپ کے نازک کاندھوں پر
دو بچّوں کی بھاری ذمہ داری ہے
بچوں کا بے جا لاڈ پیار کرنے کے بجائے
انھیں مذہب اور اخلاقی قدروں سے روشناس کریں
اور بہتر ہوگا انھیں غربت کا عادی بنائیں

یا کم از کم جب آپ کے بزرگ آپ کے مددگار دوستوں کو
آپ کے منہ بولے بھائی کہنا پسند کریں
تو توہین محسوس کرنے کے بجائے
اسی میں اپنی عافیت جانیں

نازنین صادق

آپ کا خیال ہے
اب آپ کی عمران باتوں سے آگے بڑھ گئی
لیکن ایسا نہیں ہے
یہ عمر کی نہیں شخصیت کی بات ہے
جو بات آپ کے لیے سترہ سال کی عمر میں
تہمت کا باعث تھی
وہ آج بھی نامناسب ہے
اپنی بے تحاشہ محنت کا
تھوڑا بہت بھی صلہ چاہیے
تو پھونک کر قدم آگے بڑھائیں
بولنے سے پہلے
ہر بات کو تولیں
اور اگر آپ کی محنت کے مکمل طور پر محتاج
آپ کے بچوں کو
لوگ آپ سے ملنے جلنے والوں پر
نظر رکھنے کی ہدایات دیں
تو گھبرا کے رونا مت شروع کر دیں

ناز نین صادق

آپ تو اپنے حُسن سے نفرت کرنے لگی تھیں

اب شکر کیجئے

کہ آپ کے حُسن کا خاتمہ قریب ہے

اب آپ کو حُسن کی دولت کیش نہ کرنے کا افسوس کیوں ہوتا ہے

ہر خزانے کی چابی

عقل کے تہہ در تہہ ڈھیر سے ڈھونڈ کر نکالی جاتی ہے

مگر آپ اپنے دل کی تسلی کے لیے

اور خود کو صحیح ثابت کرنے کے لیے

ہر بات کو قسمت کا کھیل کہیں گے

نازین صادق

مانا کہ آپ کا یہ چھوٹا سا بزنس

آپ کی محنت کا نتیجہ

اور آپ کی ضرورت ہے

اور اس کے لیے

دوستیاں بڑھانا

آپ کی مجبوری

پھر بھی ہم مشورہ دیں گے

دوستوں سے فقرے بازیوں اور فلرٹنگ کے شوق کے لیے

اپنے بچوں کی فرمائشیں

اور بزنس بڑھانے کے بہانے استعمال نہ کریں

نازنین صادق
آپ سمجھتی ہیں
آپ کے پاس لوگوں کے ہر اعتراض کا
سچا یا جھوٹا جواب موجود ہے
ذرا عقل سے کام لیں
ماضی کو یاد کریں
کیا آج تک کسی نے آپ سے جرح کی
جو آپ کو جواب پیش کرنے کا موقع حاصل ہوتا
آپ کی سمجھ میں کبھی نہیں آیا
اور کبھی نہیں آئے گا
آپ کی جڑیں بار بار کون، کیوں اور کیسے کاٹ دیتا ہے

نازنین صادق
ہم اسے قسمت کا مذاق کہیں یا افسوس کا مقام
کہ آپ کے نام کا مطلب ''سچی عورت'' ہے
اور آپ کا دل
تخئیل کی بھری عدالت میں
جھوٹ پکڑنے والی مشین کے سامنے
کس قدر بے بس اور کتنا ناکام ہے۔

آسمان والوں کی بھیانک غلطی

کوہ قاف کی حسین شہزادی
ماہ طلعت حسین
آسمانوں میں ایک بڑی غلطی سے
انسانوں کی دنیا میں
ایک غریب کلرک
صابر حسین کے گھر پیدا ہو گئی۔

نازک ماہ طلعت حسین
غریب کلرکوں سے محبت کرنے کے باوجود
اتنا بڑا غم برداشت نہ کر سکی
اور ذہنی طور پر کمزور رہ گئی

پریوں کی شہزادی
ماہ طلعت حسین کی بچکانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے
اس کے ماں باپ نے
اس کا نام بگاڑ کر
گڑیا رانی کر دیا۔

ماہ طلعت حسین کے اطراف

غریب لڑکیاں
اس کے دل کا بوجھ نہ کبھی سمجھ سکیں
نہ اس کے غم میں شریک ہو سکیں
ماہ طلعت حسین
اپنی مملکت سے دور
تنہائی سے پاگل ہو رہی۔

مشکلات میں گھرے
مفلس ماں باپ کے گھر میں
بھوک اور بے توجہی سے
ماہ طلعت حسین کے ہاتھ پیر ٹیڑھے ہونے لگے
اور وہ غریب ماں باپ کے علاوہ
سب کی نفرت اور حقارت کا ہدف بنی رہی

ماہ طلعت حسین کو
پاگل پن کے باوجود
اک شہزادہ اچھا لگا
جو اس کی حالت کے سبب
اس کی اصلیت پہچان نہ سکا
اور ایک دفعہ ملنے کے بعد
اسے فوراً بھول کر
دوبارہ کبھی نہیں ملا۔

کوہ قاف کا شہنشاہ
اور اس کی ملکہ
انتظار کرتے رہے
ان کی سلطنت کی وارث
ماہ طلعت حسین
ان کے آنگن میں پیدا نہیں ہوئی۔

آسمان والوں نے
اپنی بھیانک غلطی پر
پردہ ڈالنے کے لیے
اس کا کوئی تدارک کرنے کے بجائے
ماہ طلعت حسین کو تباہ کر دیا۔

بھٹکتے ہوئے آدھے بدن کو تھامنا

میرا ایک ہاتھ ہے
جو ہر قسم کا بوجھ ہنستے کھیلتے اٹھا لیتا ہے
اور ایک دوسرا ہاتھ
خواہشوں کے زہر سے نیلا

میرا ایک پیر ہے
جو میرے کمزور بدن کو ساتھ لے کر چلے گا
اور ایک آوارہ پیر
مجھے چھوڑ کر
سنگلاخ رستوں کے زخم کھانے پر مُصِر

میری ایک آنکھ ہے
جو میرے دُکھوں کو دیکھتی رہتی ہے
اور ایک لاتعلق آنکھ
خلاً میں بسے شہروں کے خوابوں میں گرفتار

میرا ایک دل ہے
مہربان دل
جو میرے بدن کی محبت میں دھڑکتا رہتا ہے

اور ایک نا سمجھ، بے نیاز، بے قرار دل
میرے بدن سے نکل کر دور بھٹکتا ہوا

یہ بات واضح ہے
میں اپنے محبت بھرے آدھے بدن کو چھوڑ کر
زہریلے، زخمی، خواب زدہ بھٹکتے ہوئے آدھے بدن کو
تھامنے کی کوشش میں
ماری جاؤں گی۔

اپنے آپ سے یا ہم سے باتیں کرو

نہ تم بولتی ہو
نہ تمھارے افسانوں کی مرکزی کردار لڑکیاں

رات رات بھر جاگ کر
ہم سے باتیں کرنے کی
پرانی رسم کو
پھر سے زندہ کرو۔

اپنے آپ سے باتیں کرنے کے
خوابیدہ ہنر کو
جھنجھوڑ کر جگاؤ
کچھ تو وقت ڈھونڈو۔

باورچی خانے سے تھوڑا جلدی نکلو
دال چاول پکا کر
بریانی میں مصالحہ کم یا زیادہ ہونے کا خوف ختم کرو۔

دُھلے دھلائے استری شدہ کپڑوں پر
دوبارہ استری کی فرمائش کرنے والوں کو

دوہری کریز کا عادی بنا دو

ٹائیوں کے اچھے سودے کے لیے
جلتی دوپہروں میں بازاروں میں گھوم کر
اپنے آپ کو بیمار نہ کرو

اساتذہ سے ماہانہ ملاقاتوں میں
تنہا پہنچ کر
بچوں کی کوتاہیوں پر اکیلے نہ رو

کوٹ پیس میں
بہت ذہین شوہر کی پارٹنر بن کر
ہار کا سبب ہونے کے الزام پر
تاش کی گڈی فوراً پھاڑ دو

سری دیوی کی فلم ختم کر کے
تمھیں جگا کر لطف لینے والے
پیارے شخص کی
کھیتی بننے سے انکار کر کے دیکھو

کھانوں کے فقدان کے گئے گزرے زمانوں کی
مہمان نوازی کی فضول رسموں کا
موجودہ زمانے میں اطلاق نہ کرو

ذہنی سکون مہیا کرنے کی
مشین نہ بن کر
کاروبار میں نقصان کے اسباب کی فہرست سے
خود کو نکال لو

اور کچھ نہیں تو
کسی نازک وقت پر تمھیں بلیک میل کرنے کی غرض سے
چرا کے چھپایا گیا
کسی باغی لڑکی پہ لکھا ہوا اپنا افسانہ
دوبارہ لکھ کر
ہمیں دکھا دو

پہلے اور بعد میں

گل بانو کو پہلے گڑیں ہی پسند تھیں
پھر چھوٹے بھائی کا پستول اچھا لگنے لگا

گل بانو نے پہلے رات رات بھر جاگ کر سبق یاد کیے
اور چھوٹے بھائی کو پڑھایا
پھر گھٹیا ناولوں میں ذہن کو الجھالیا۔

گل بانو نے پہلے کوئی اُصول نہیں توڑا
سر پر ہمیشہ دوپٹا رکھا
پھر اچانک بال کٹا دیے
اور ساس سے بدتمیزی کی

گل بانو نے پہلے تنخواہ کے سارے پیسے شوہر کو دیئے
پھر اپنا الگ اکاؤنٹ کھول لیا
اور راتیں شوہر کے ساتھ
ایک کمرے میں گزارنے سے انکار کیا

گل بانو کی سخت نگاہوں سے پہلے منیجر صاحب تک ڈرتے تھے
پھر اُس کی خوش مزاجی اور بے فکری کی وجہ سے

لوگ اُسے پسند کرنے لگے۔

گل بانو نے پہلے بچوں کی تعلیم اور گھر کی تعمیر کے لیے خود کو دیوانہ بنالیا
پھر اچانک سب بھول کر
کیٹیں جمع کرنا شروع کر دیا
اور مغرب کے بعد تک باہر گھومنا بھی

گل بانو نے پہلے سچ کو ایمان کی بنیاد سمجھا
پھر اس کی ہر بات میں جُھوٹ کا انکشاف ہونے لگا

جب گل بانو پر پاگل پن کے دورے پڑے
اُس کی پہلی والی باتیں سب بھُول گئے
اور بعد والی باتیں یاد کر کے افسوس کرتے رہے

پھر اُس کے شوہر کی دوسری شادی کے ہنگامے نے
گل بانو کے غم کا بوجھ دلوں سے ہٹا دیا

زندگی میرے پیروں سے
لپٹ جائے گی

(2010)

انتخاب

زندگی میرے پیروں سے لپٹ جائے گی

کوئی ایسی لڑکی
جو اپنے نام کے ساتھ
میری طرح
باپ یا شوہر کا نام نہ لگاتی ہو
مجھے بچالے گی
جیسے کہ نیلوفر الماس، نیلوفر عباس اور نیلوفر الیاس میں سے
نیلوفر الماس

پھرتیلی اور ہوشیار نیلوفر الماس
سودا سلف لانے میں
کھانا پکانے میں
استری کرنے میں
اور جوتے صاف کرنے میں
میرے ساتھ ساتھ رہ کر
مجھے نڈھال ہو کر گرنے سے روکے گی

ایک اچھی استاد، نیلوفر الماس
تمھارے بے کار فرسودہ باتیں کرنے والے اساتذہ کے برعکس
مجھے ایک کارآمد ہنر سکھا کر

زندہ رہنے کے قابل کر دے گی

جب تم گھر کی ویرانی سے بیزار رہو گے
میں نیلوفر الماس سے
جو ایک اچھی فوٹو گرافر اور اچھی پینٹر ہے
بہت سی تصویریں تیار کروا کے
ایک خالی گھر کی دیواریں سجاؤں گی

نیند نہ آنے پر
جب تم ویلیم کی ضرورت سے زیادہ گولیاں کھا کر
سونے کی کوشش کرو گے
ایک اچھی فنکار، نیلوفر الماس
مجھے آرام سے سلانے کے لیے
ایک خوبصورت ڈراما فوری طور پر تیار کرے گی

انسان نے ابھی مریخ پر جانا شروع نہیں کیا
ورنہ نیلوفر الماس کے لیے
یہ کوئی بڑی بات نہ ہوتی
کہ وہ خلابازی سیکھ کر
اس زمین کے بعد
مجھے مریخ کی بھی سیر کراتی
جبکہ تم اپنا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں خود لکھواتے

نیلوفر الماس ایک اچھی ڈاکٹر ہے
وہ میرے دل کے دورے کو
تمھارے دل کے دورے سے کم خطرناک بنا دے گی

نیلوفر الماس کو وکالت سے عشق ہے
اور منصفی سے بھی
وہ میرا مضبوط کیس صحیح طور پر پیش کر کے
اور انصاف کر کے
یہ ثابت کر دے گی
کہ تمھارے خون میں شامل زہر کی مہلک مقدار
میرے خون میں زہر کی مقدار سے زیادہ ہونے میں
میرا قصور قطعی نہیں ہے

اور جب تم مجھے
دوسری دنیا سے آواز دو گے
تو نیلوفر الماس
میری اور اپنی زنگار رنگ زندگی کی خاطر
میرے پیروں سے لپٹ جائے گی

ایک ٹریپیز پر

ہم تین لڑکیاں
یا شاید چار
ایک ٹریپیز پر

ایک تماشے سے پہلے ہی پیچھے ہٹ گئی
یا شاید دو،
ایک بلندی سے گر کر پاش پاش ہوئی
یا شاید ایک سے زیادہ

اور میں آخری
ٹریپیز کے لیے
میں نے اپنی تربیت بہت خوب کی

میں نے خود کو سکھایا
نزدیک کی چیزوں کو دور کر دینا
دور کی چیزوں کو پاس لے آنا
اور سانس روک لینا

میں نے خود کو سکھایا

خود کو بھولنا
اور تماشائیوں کو بھی
اور اپنی بھوک کو
اور اپنی پیاس کو
اور اپنے جسم کو

میں نے خود کو سکھایا
ایک ٹریپیز پر کامیابی کے لیے
کم زندہ رہنا
اور شکریہ کہنا
تالیاں بجاتے تماشائیوں سے
اور دور کر دینا ان کی مایوسی
جو مجھے بلندی سے گرتا دیکھنے کی امید لے کر آئے تھے

تنہائی کی بے ایمان چیمپئن

وہ برج، رمی اور سولیٹیئر
ایک جیسی دلچسپی سے کھیلتی نظر آتی ہے
لیکن دراصل اسے سب سے زیادہ دلچسپی
سولیٹیئر سے ہے
یہ بات وہ برج اور رمی کھیلنے والوں سے چھپا لیتی ہے
اور انھیں دیکھتے ہی
سولیٹیئر کا کھیل اٹھا لیتی ہے

شاید سولیٹیئر سے اس کی زیادہ دلچسپی اس وجہ سے ہے
کہ اس نے یہ کھیل کچھ ہی عرصہ پہلے سیکھا ہے
جبکہ برج اور رمی کھیلتے عمر گزاری ہے

اس نے سولیٹیئر ایک ایسے شخص سے سیکھا ہے
جس نے اس سے ہمیشہ سچا پیار کیا
اور جسے اس نے خود بھی دل و جان سے چاہا

اس کی نظر میں
سولیٹیئر کھیلنا بہت سے پیچیدہ مشغلوں سے بہتر ہے

سولیٹیئر کھیلنا کتاب پڑھنے سے بہتر ہے

اسے نیند آ جانے پر ختم کیا جا سکتا ہے

سولیٹیئر کھیلنا فلم دیکھنے سے بہتر ہے
اس میں فلم کو آگے پیچھے کرنے کے فیصلوں کی زحمت نہیں

سولیٹیئر کھیلنا کوئی بیہودہ فینٹسی سوچنے سے بہتر ہے
اس میں کلائمکس کے بعد کی وحشت نہیں

ایک سمجھدار پیارا بچہ اسے لطیفہ سناتا ہے
ڈاکٹر مریض سے: آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟
مریض ڈاکٹر سے: میں سولیٹیئر کا چیمپئن ہوں
وہ اس لطیفے پر بور ہونے کے باوجود
ہنس کر دکھاتی ہے
اور سولیٹیئر کھیلنا جاری رکھتی ہے

وہ کسی سے نہیں کہتی
کہ سولیٹیئر میں زندگی کے برخلاف
اچھی بات یہ ہے
کہ ایک نامعلوم، غیر مرئی دشمن کے ساتھ
مکمل طور پر قسمت پر منحصر
تنہا بے معنی، لاحاصل مقابلے میں
اسے بے ایمانی سے
کوئی روک نہیں سکتا

خوش قسمتی کا شگن

خوش قسمتی کا شگن
اپنے نومولود کے ہاتھ پر رکھیے
کیا کیا چھپا ہے آپ کی الماری میں

ایک گہری خاموشی
بیش بہا غم
بے تحاشا آنسو
کھویا ہوا دل
مرنے کی تمنا

یا اک دیوانہ غصہ
بپھری ہوئی لہریں
آگ بھری بارش
تیز دھاری خنجر
دشمنوں کے سر

یا بھاگا ہوا وقت
ہاتھوں سے گری خوشبو
خوابوں کے انگارے

کھوئے ہوئے رستے
زنگ آلود درانتی

بے کار جگہ گھیرے
یہ سارا خزانہ کام کا نہیں
خوش قسمتی کا شگن
اپنے نومولود کے ہاتھ کے لیے
کہیں سے لائیے
اپنی خاک میں بے اندازہ خوشی
یا کئی لاکھ ڈالر

کچھ انتظار کر لو

یہ تھوڑا مشکل ہے
پر ہاتھ کو اٹھاؤ
آنکھوں تک لے جاؤ
اور آنسو پونچھ لو

دل کے درد کو
کم کرنے کے لیے
کچھ تیاری کرو
سب سے اچھے کپڑے پہن کر دیکھو
کچھ میک اپ کرو
گھر سے باہر نکلو
لوگوں سے ملو
اور کچھ بے کار کی باتیں کر کے دیکھو
یا تنہا ہوٹل میں
سب سے اچھی ڈش پر
سارے باقی پیسے خرچ کر کے دیکھو
پھر جب گھر کو لوٹو
اور اکیلے بیٹھو
تو ہاتھ کو اٹھاؤ

آنکھوں تک لے جاؤ
اور آنسو پونچھ لو

یا تھوڑا ٹھہر جاؤ
دل کے درد کو
کم کرنے کے لیے
آنسو بہنے دو
کچھ انتظار کر لو
بیس برس تک
پھر ہاتھ کو اٹھاؤ
آنکھوں تک لے جاؤ
اور آنسو پونچھ لو

کیچڑ میں لت پت دلوں کے کیڑے

جب کل چھٹی ہو گی
وہ نہیں آئے گی
جس نے دیکھے ہیں
میرے بہتے آنسو
میرا اگرتا جسم
کیچڑ میں لت پت
میرے دل کا کیڑا
جس نے کوشش کی ہے
اپنے ہاتھوں میں
میرے آنسو لے کر
مجھے پکڑنے کی
مرنے کے قریب
دل کے کیڑے کو
ہنرمندی سے
زندہ کرنے کی

جب کل چھٹی ہو گی
وہ نہیں آئے گی
اور مصروف رہے گی اپنے کاموں میں

رخساروں سے اوپر آنسوؤں کو روکے
خاموشی کے ساتھ اپنا جسم تھامے
اور ہنر مندی سے
اپنے دل کا کپڑا کیچڑ سے بچائے

وہ ہمیں رلا سکتا ہے

دس سال کے صاف ستھرے باؤ کو کوئی نہیں دیکھتا
مگر وہ کبھی کبھی ہمیں رلا سکتا ہے
ایک روپے میں

ایک روپیہ اب کچھ خریدنے کے قابل نہیں رہا
اور کاغذ کے نوٹ سے پیتل کے سکّوں میں
تبدیل ہو رہا ہے

سات ارب ڈالر کا نیا امریکی خلائی اسٹیشن
ایٹمی اور غیر ایٹمی ہتھیاروں پر دولت کا ضیاع
غیر ملکی قرضوں
بینکوں میں قرضوں کے معافی ناموں
اور اسی طرح کی ہزاروں بدعنوانیوں نے
ایک روپے کو بالکل بے کار کر دیا
اور سگنلوں پر بھکاریوں نے
دو روپے کے نوٹ کی توقع شروع کر دی

برگر، سینڈوچ، سموسے اور چائے سرو کرنے کے لیے
بلو کی پکار کیا ہے؟

ہم نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی
ہمارے اپنے مسائل کچھ کم نہیں
ہمیں تو ایک نوجوان کو
بزنس مینجمنٹ کی ایک امریکی کتاب پڑھوانے کے لیے
کئی ہزار روپے ادا کرنے ہوتے ہیں
اور ایسی ہی بہت سی دیگر ادائیگیاں
جو ہمیں ایک تگ و دو میں مصروف رکھتی ہیں

ہم شاموں کو عام طور پر وہاں چائے پیتے ہیں
جہاں ایک پیالی چالیس روپے کی ملتی ہے
مگر لنچ سے پہلے بلّو کے مالک کی کینٹین میں
چار روپے میں

بلّو پر شاید اس کے مالک نے پابندی لگائی ہو
یا اس کے والدین نے سکھایا ہو
یا یہ اس کی فطری خودداری ہو
وجہ کچھ بھی ہو
مگر پانچ روپے کے نوٹ سے بچا ہوا ایک روپیہ
جو ہم اپنی نرم دلی کے باعث
اسے ضرور دینا چاہتے ہیں
وہ بہ اصرار واپس کرکے
ہمیں بے اختیار رُلا سکتا ہے

بین، مشیل اور پولین کے ساتھ برائے نام زندگی

افسوس کہ بین، مشیل اور پولین کے ساتھ
حسبِ معمول
بہت سارا وقت آج بھی ضائع ہوگیا

اور حسبِ معمول
بہت سارا وقت
ان سے دوبارہ کبھی نہ ملنے کا عہد کرتے گزرا

تباہی کے پیغامبر
بین، مشیل اور پولین
اپنے چہرے اپنے حصے کے پتوں میں چھپائے
مجھے حکم کی ملکہ کا مکمل تابعدار بنا دینے کے لیے
ایک کھڑکی کھلنے کے انتظار میں
بیٹھے رہتے ہیں

زندگی کے بہت سے اتفاقات پر افسوس کے ساتھ
میں بین، مشیل اور پولین کو جاننے کے اتفاق پر بھی
افسوس کرتی رہتی ہوں

بین، مشیل اور پولین مجھے نہ ملے ہوتے
تو میری زندگی میں شاید کچھ اچھی باتیں ہوتیں
جیسے کہ مستقل ڈائٹنگ اور ورزشیں
کسی کاروبار میں مالی فائدے
جنسی تجربات سے بھری ہوئی راتیں
حالتِ جنون میں لکھی گئی لازوال تحریریں
یا کم از کم
ذہنی یکسوئی سے حاصل کردہ کوئی جاندار فینٹسی
بین، مشیل اور پولین کے ساتھ زندگی برائے نام ہے

بین، مشیل اور پولین کا جادوئی شکنجہ
میرے ذہن پر تنگ ہوتا جاتا ہے
جہاں حکم کی ملکہ ہر کام کو
نامکمل یا اوسط درجے کا بنانے کے لیے
موجود رہتی ہے

بین، مشیل اور پولین کے خالق کو
برا بھلا کہتے
میں نے انھیں ختم کرنے کی کوشش میں
بار بار ری سائیکلنگ بن میں پھینکا ہے
مگر کسی بیک اپ نظام کے تحت
وہ غائب ہونے کے بجائے
کئی کھڑکیاں پیچھے جا کر چھپ جاتے ہیں

اور پھر تنہا بیزار دنوں کے
یا ویران بیدار راتوں کے
کسی حصے میں
میں ساری کھڑکیوں کی رکاوٹیں عبور کر کے
انھیں اپنے سامنے گھسیٹ لاتی ہوں
میرے غموں کے ہمیشہ دستیاب، آسان مسیحا
بین، مشیل اور پولین

نئے رنگ کا کیڑا

نئے سیب کے باغ میں نئے رنگ کا کیڑا
دھیرے دھیرے سیب سے باہر آتا ہے
اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتا ہے

نئے سیب کے باغ میں
سارے پھلوں کو کھوکھلا کر دینے کا عزم لیے ہوئے
نئے رنگ کا کیڑا اس بات پر شادمان ہے
کہ اب اس کی شناخت کے لیے
مجھے دور دور سفر کرنا ہوگا
اور اس کی موت کے سامان کے لیے
ایک نئی دنیا دریافت کرنا ہوگی

نئے سیب کے باغ کا نئے رنگ کا کیڑا
پرانے باغوں کے کیڑوں کی طرح
جب چاہے اپنی رنگت تبدیل کر سکتا ہے
اور جب چاہے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو سکتا ہے

نئے رنگ کا کیڑا
بس میرے سامنے

ہمیشہ اپنے اصلی روپ میں ہنستا رہتا ہے
شاید میرے پرانے تباہ شدہ باغوں کی کہانی جان کر

نئے سیب کے باغ کا
نئے رنگ کا کیڑا
اپنی اور میری جنگ کے آغاز سے پہلے ہی
اپنے آپ کو فاتح قرار دیتا ہے
اور نئے سیب کے باغ کے نئے پھلوں میں
اندر چھپ جاتا ہے

نیا سیب کا باغ
میری آخری پناہ

ایک تیز گیند کے پیچھے بھاگتے ہوئے

ستاون سال کی عمر میں کرکٹ کھیلنے والے لوگ
انتخاب اعظم کی طرح
ایک پاگل بیوی
اور ایک پاگل بیٹی کے ہوتے ہوئے بھی
خود پاگل نظر آنے سے بچ سکتے ہیں
اور اگر ان کا نام
اتفاق سے
انتخاب اعظم ہو
تو معصوم بچوں کو حیران کرنے کے لیے
مذاقاً کہہ سکتے ہیں
کہ وہ انتخاب عالم ہیں

ستاون سال کی عمر میں کرکٹ کھیلنے والوں کو
شطرنج بھی آتی ہے
اور کیچ چھوٹ جانے کا افسوس کرتے ہوئے
وہ ایک پورا دن
شطرنج کھیلنے میں گزار سکتے ہیں

وہ اپنے آپ کو

تین سال کی دوری پر نازل ہونے والے
ریٹائرمنٹ کے خوف اور حساب کتاب سے
آزاد رکھ سکتے ہیں۔
اور صرف اپنی وکٹ گرنے کا افسوس کرتے ہیں

وہ اس عمر کے دوسرے لوگوں کی طرح
اپنی بیماریوں کا تذکرہ کرنے کے بجائے
انھیں چھپاتے ہیں
اور نوجوان لوگوں میں
چوکے اور چھکے لگائے بغیر بھی
مقبول رہتے ہیں

ستاون سال کی عمر میں کرکٹ کھیلنے والے لوگ
انتخاب اعظم کی طرح
ایک ہاتھوں کو چھو کر نکل جانے والی
تیز گیند کے پیچھے بھاگتے ہوئے
اچانک گر کر
ایک آسان موت
حاصل کر سکتے ہیں

محمود، ایاز اور دوسرے بچوں کی مشقتیں

سات سالہ ایاز
چھ سالہ ناسمجھ محمود سے
ایک زوردار ڈانٹ کھا کر
کھکھیا کر ہنسے گا

اور ٹیلیویژن پر
مائیکل جیکسن کے
نسل پرستوں اور یہودیوں کے خلاف
سیاہ فاموں کی سنگت میں
گائے ہوئے گیت کا نظارہ چھوڑ کر
ناشتے کی میز صاف کرے گا

سات سالہ ایاز کی صورت حال
آٹھ سالہ فیاض سے بہت بہتر ہے
جسے تین سال سے سات سال کی عمر تک
بہت زیادہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے
گاڑی صاف کرنے کا کپڑا ہاتھ میں رکھے بغیر بھی
سگنل پر رکنے والی گاڑیوں سے
بھیک ملا کرتی تھی
مگر اب نہیں ملتی

سات سالہ ایاز کی صورت حال
نو سالہ نیاز سے بھی بہتر ہے
جسے سڑکوں کی خراب حالت کی وجہ سے ہونے والے
گاڑیوں کے بے شمار پنکچروں کو
ٹھیک کرتے کرتے رات ہو جاتی ہے
اور ہر پنکچر ٹھیک کرنے میں مدد کے
تقریباً چار آنے کے حساب سے
دس روپے لے کر وہ خوش نہیں رہتا

سات سالہ ایاز کی صورت حال
دس سالہ شہناز سے بھی بہتر ہے
جو پہلے اپنی ماں کے ساتھ
گھر گھر برتن دھوتے ہوئے
اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرتی تھی
لیکن اب ماں کے بیمار پڑ جانے کے بعد
چھوٹی بہن کے ساتھ
بھری بس میں لمبا سفر کرتے ہوئے
اور گھر گھر جاتے ہوئے ڈرتی رہتی ہے

سات سالہ ایاز کی صورت حال
امریکہ اور یورپ میں مقبول
پاکستانی قالین تیار کرنے والے

گیارہ سالہ اعجاز سے
اور اولمپک کھیلوں میں استعمال ہونے والی
فٹبالیں بنانے والے
بارہ سالہ شہباز سے بھی بہتر ہے
جنھیں انسانی حقوق کے کمیشن
اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی خاص عنایت کے باوجود
اپنی زندگی کے مقابلے میں
اپنا روزگار زیادہ عزیز ہے

سات سالہ ایاز کی صورت حال
تیرہ سالہ سورۂ یاسین بیچنے والے
نواز سے بھی بہتر ہے
جس کا شمار اب بچوں میں نہیں ہوتا
اور اگر بچوں کے لیے لازمی تعلیم کا قانون پاس بھی ہو جائے
تو اس کا اطلاق نواز پر نہ ہوگا

اور چھ سالہ محمود کی صورت حال
جداگانہ ہے
وہ مائیکل جیکسن کے گیت سننے کے بعد
اپنی ماں کی مرضی کے خلاف
پرائمری اسکول میں داخلے کی تیاری کرنے کے بجائے
ایاز کے ساتھ مونوپولی کھیلتے ہوئے
اسے دھاندلی سے ہرا کر
خود کو فاتحِ اعظم قرار دے گا

ننھی لڑکیوں کے تھالوں میں ناکامی

لال، پیلے، ہرے، سنہرے سیبوں کی زمین
ایک چالاک سیب کے بہکائے سے بنی

بلند پہاڑوں کی برفانی خزاؤں میں
سیبوں جیسے گالوں والی ننھی پریوں کو
آخری بچے ہوئے سیبوں نے پناہ دی

سب سے بڑی زبان کے پہلے حرف سے
بچوں نے سب سے پہلے
سیب لکھنا سیکھا

لڑکوں اور لڑکیوں نے
ایک سیب میں شراکت سے
محبت کے آغاز کی روایت کو اپنایا

ناراض بچوں کو
ان کی ماؤں نے
سیب سے بنے میٹھے کھانوں سے منایا

مرتبانوں میں
سیب کا مربہ
بے جائیداد مرنے والی بوڑھی عورتوں کی
کچھ عرصے کے لیے
یادگار بنا

سیب کی شراب نے
مرتے ہوئے رحم دل بادشاہوں کو دوبارہ زندہ کیا

نئے دریافت ہونے والے ملک کی فتح
''سیب کا بیج'' نامی
سیب کے باغات لگانے والے نے مکمل کی

مشرق اور مغرب کی
شمال اور جنوب کی
جانی پہچانی دنیا پر حکمرانوں جیسا
خوبصورت، رنگ برنگا، پسندیدہ سیب
پہاڑیوں پر دائروں میں بنے رستوں کی
سبز بہاروں میں
ہر میل پر کھڑی
ننھی لڑکیوں کے تھالوں میں سجا
سیاحوں کی تیز گزرتی گاڑیوں کی بے رخی کے سامنے
ایک بھکاری کی طرح ناکام ہو گیا

رنگ، مذہب، زبان اور کوالٹی کنٹرول

تقریباً سیاہ فام گلنار فاطمہ نے
اپنے بچوں کو
کالوں سے ڈرا دیا

گلنار فاطمہ نے بچوں کو واضح طور پر بتا دیا
سفید فام ہماری نسل سے برتر ہیں
اور ہم سیاہ فاموں سے

میک اپ کے سامان کی سب سے بڑی ملٹی نیشنل کمپنی میں
کوالٹی کنٹرولر کے عہدے پہ فائز
گلنار فاطمہ کے ہر کام میں
اعلیٰ کوالٹی کے آثار نمایاں ہیں

گلنار فاطمہ کو سب سے زیادہ نفرت ان لوگوں سے ہے
جنھوں نے کبھی اسے
اس کی سیاہی مائل رنگت کا احساس دلایا ہے
جیسے کہ اس کی گوری چٹی بہنیں
اور دوسری قریبی رشتہ دار لڑکیاں

گلنار فاطمہ نے معمولی باتوں پر
سب سے تعلقات ختم کر لیے ہیں

اعلیٰ کوالٹی کی چیزیں جمع کرنے والی
گلنار فاطمہ کا گھر
گوری چٹی بدذوق بہنوں کے گھروں سے
کہیں زیادہ خوبصورت ہے

گلنار فاطمہ کو اپنی ملازمت پر فخر ہے
اور میک اپ کے سامان کے مفت کوٹے سے
وہ کبھی کبھی ان لوگوں کو چھوٹے موٹے تحفے دلاتی ہے
جو اس پر رشک کا اظہار کرتے ہیں

اپنے وطن سے دور
''پاکیزہ''، ''دوشیزہ'' اور ''خواتین ڈائجسٹ''
بڑی لگن اور کوشش سے حاصل کر کے پڑھنے والی
گلنار فاطمہ کے خیالات
سفید فاموں سے دوستی کے بارے میں واضح نہیں ہیں

یہ اس لیے ہے
کہ وہ رومان پسند ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی بھی ہے
اور اس لیے بھی
کہ لگاتار کافی دیر تک

معیاری انگریزی میں گفتگو آسان نہیں ہے

پلاسٹک سرجری کے کسی نہ کسی ماہر سے
ہر مہینے ملاقات کرنے والی
گلنار فاطمہ کو
اگر اپنی سیاہی مائل رنگت کی وجہ سے
یا لوگوں سے تعلقات نباہنے سے انکار کی بنا پر طلاق ہو جائے
تو وہ غیر معیاری انگریزی بولنے والے
سفید فام ایلن سے دوستی کر سکتی ہے
جو اس کے کام کی کوالٹی کا مداح ہے
یا اپنے ہم مذہب سیاہ فام عبداللہ سے شادی
جو اس کی سیاہی مائل رنگت پر فدا ہے

رومان سے آراستہ اُن کی دنیائیں

وہ ہندوستانی فلموں کی شوقین ہیں
بہت زیادہ رومانی ہندوستانی فلموں کی
جیسے کہ
''میں نے پیار کیا''
''ہم ہیں راہی پیار کے''
یا ''دل تو پاگل ہے''

وہ شادی کے متوقع امیدواروں کے خاندانوں کے سامنے
اپنی ڈھلتی نوجوانی کے باعث
پریشان والدین کے اصرار پر
تھوڑا بہت بن سنور کر
خود کو پیش کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں
اور ایسے موقعوں پر
شرم یا شرمندگی کے باعث
نظریں نہیں اٹھاتیں

اور امیر زادے سلمان خان کے
غریب بھاگیشری کی خاطر
اپنے خاندان سے بغاوت اور ترکِ تعلق کے لیے مجبور ہو جانے پر

اس کے امیر باپ کی بے رحمی کو برا بھلا کہتے
آنسو بہاتی ہیں

وہ اپنی محنت سے
اور فلموں کی قربانی دے کر تیار کردہ کھانوں پر
تنقید سنتے ہوئے
خاموش رہتی ہیں
بلکہ اپنے آپ کو ہی موردِ الزام ٹھہراتی ہیں

اور گھر سے بھاگی ہوئی جوہی چاولہ کو
محبت اور عزت سے پناہ دے کر
اس کے خلوص اور سگھڑاپے کو تسلیم کرتے ہوئے
اس سے عشق کرنے والے
عامر خان پر خود بھی عاشق ہو جاتی ہیں

وہ اپنے شوہروں کے ساتھ کئی کئی ماہ ہمبستر نہیں ہوتیں
اور اس سے بھی زیادہ عرصے سے جاری
اپنی ایک بوسے سے محرومی
ختم کرنے کی جرأت نہیں کرتیں

اور "نہیں نہیں" کرتی مادھوری ڈکشت سے
زبردستی عشق جاری رکھنے پر
اور بالآخر سب کے سامنے اس کا بوسہ لے لینے پر

شاہ رخ خان کو خراجِ تحسین پیش کرنے میں
پیش پیش رہتی ہیں

وہ حد درجہ رومانی ہندستانی فلمیں دیکھنے کے بعد انھیں بھولتی نہیں
اور ان کی کہانیاں
کہیں بھی اور کبھی بھی دہرا سکتی ہیں

اور بھول جاتی ہیں
لوٹ جانے والے شادی کے امیدواروں کی شکلیں
اپنے اوپر لوگوں کے تنقیدی الفاظ
اور بوسوں سے محروم گزرتے دنوں کی تعداد

دل کس کا ہوگا؟

نعمان کا بو کے کارڈ
نسرین کے لیے
''ہزار بار معذرت!
ملنے کی اجازت؟''

نعمان کا ڈنر
نوشین کے لیے
ہلکی ہلکی موسیقی اور رقص کے ساتھ

نعمان کی انگوٹھی
نوین کے لیے
این اور این کے حروف سے آراستہ

نعمان کی باتیں
نسرین کے لیے
اوسط درجے کے ایک ڈرائنگ روم کی تنہائی میں

نعمان کی باتیں
نوشین کے لیے

تھری اسٹار ریستوران میں، شور سے بے پروا

نعمان کی باتیں
نوین کے لیے
ساحلِ سمندر پر پانیوں کے نمک میں ڈوبی

نعمان کا دل
اپنی تینوں ہم جماعت لڑکیوں میں بٹا ہوا نہیں
یہ اس کا ہے
جو اسے ٹھکرانے میں پہل کر سکے

ڈوبتے ہوئے دلوں کا سبب

اچھا تو آج پھر آپ کا کمزور دل ڈوب رہا ہے
دل پر ہاتھ رکھیں
ذہن پر زور دیں
سائیکیاٹرسٹ کو یاد کرنے سے پہلے
دل کے ڈوبنے کی ٹھیک وجہ جاننے کی کوشش کریں

آج کیا ہوا ہے
کیا رات آپ کے بدن میں جمی ٹھنڈک کسی نے چھولی ہے
یا جلدی میں پکا سالن بیشتر دنوں کی طرح آج بھی جلا ہے
یا صبح کلاس میں آپ کی غیر حاضر دماغی پر سیٹیاں بجی ہیں
یا پھر ویگن میں کوئی اجنبی آپ کے بدن کی خاص جگہ پر ہاتھ مار گیا ہے
یا آپ نے نوجوان بیٹوں کی جیبوں سے قابل اعتراض اشیا نکالی ہیں
یا آپ کو زبان سے کوئی سخت یا بے محل بات نکل جانے کی بے چینی لاحق ہے

یا پھر اخبار میں خبر چھپی ہے
ایک قتلِ عام کی
یا گینگ ریپ کی
یا معصوم لوگوں کے غیر قانونی طور پر
پولیس کی حراست میں پائے جانے کی

یا شاید آپ نے محض کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے
دس منزلہ عمارت سے نیچے گرنے کا
ایک آگ لگی جھونپڑی میں پھنس جانے کا
یا ایک پیچھا کرتی بلا سے بھاگتے ہوئے بالآخر گر جانے کا

سائیکیاٹرسٹ کو دل کے ڈوبنے کا ٹھیک سبب ضرور بتائیں
اور ایسا ممکن نہ ہو سکے
تو آسان کام کریں
تپلی گلی سے فرار حاصل کریں
ساری باتوں کو اک نظم میں لکھ کر ایسے خوش ہو جائیں
جیسے کہ یہ سب پھر نہیں ہو گا

بالکل آپ کی طرح

وہ ہنسی
اور بھری محفل میں کہا
کہ میں بالکل آپ کی طرح ہوں
سب نے قہقہہ لگایا
اور بیک آواز کہا
ہاں، کچھ ایسا ہی لگتا ہے

سب نے ایسا کہا
کیونکہ سب کو پتہ ہے
ساری دنیا میں مجھے سب سے زیادہ نفرت
آپ ہی سے ہے

میری نظر میں آپ بدہیئت ہیں
بدصورت ہیں
بدمزاج ہیں
آپ کا اندازِ گفتگو ناقابلِ برداشت ہے
آپ نے کبھی اسکول نہیں دیکھا
کوئی ہنر نہیں سیکھا

آپ نے اس زندگی میں ایک ہی بات سیکھی
کس طرح لوگوں کو بے وقوف بنا کے
یا ظلم و ستم ڈھا کے
اپنا مطلب نکال لیا جائے

میرے خیال میں
آپ نے کسی سے محبت نہیں کی
نہ اپنے خاندان سے
نہ اپنے شوہر سے
نہ اپنی اولاد سے
اور نہ ہی مجھ سے

میرے بس میں ہو تو میں آپ کو
ایک دُم ہلاتی کتیا بنا دوں
یا بندریا بنا کر
ڈگڈگی پر نچاؤں
یا مکھی بناؤں
اور اپنے جوتے کے تلے سے مسل دوں

یا اتنی دور چلی جاؤں
جہاں آپ اور وہ
مجھے ایک کتیا، ایک بندریا اور ایک مکھی بنا کر
مار نہ سکیں

فوراً ہی مرجانا

وہ ایک بہت حسین شوہر کے ساتھ
ساری زندگی آخر کیوں رہے

ایک بہت دلچسپ شوہر نے
شادی کی پہلی رات
اپنے ہلکے پھلکے معاشقوں کا تذکرہ
مزے لے لے کر کیا

بہت مقبول شوہر نے
رات رات بھر ہوٹلوں میں
گہرے اور عزیز دوستوں کے ساتھ
خوش گپیاں کرنے کا معمول
ہمیشہ جاری رکھا

بہت تیز رفتار شوہر نے
ایک لمبے سفر کا منصوبہ بنایا
اور اس پر ہنستے ہوئے
سب کے سامنے کہا
کہ اس جیسی ست رو کے ساتھ کوئی نہیں چل سکتا

بہت دانشور شوہر نے
بچوں کی تعلیم کے معمولی کام میں
اس کے پاگل پن کو کبھی نہیں سراہا

ایک معمولی بوڑھی عورت
بہت بلند آواز شوہر کے ساتھ
ساری عمر رہ لیتی
اگر بیوی کے مکان سے
پہلی ہی دفعہ
نکالے جانے پر
وہ فوراً نہ مرجاتا

گڑیاں، پریاں، شہزادیاں

ایک ننھی منی گڑیا ناراض ہوتی ہے
جب میں اسے ننھی منی گڑیا کہہ کر بلاتی ہوں

ایک اچھی پری شرمندہ ہوتی ہے
جب میں بے دھیانی میں
سب کے سامنے
اسے اچھی پری کہہ بیٹھتی ہوں

ایک چھوٹی سی شہزادی غصہ کرتی ہے
جب میں اس کی بار بار دی ہوئی ہدایت
بھول جاتی ہوں
اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر
پھر کہتی ہوں
میری چھوٹی سی شہزادی

ہمارے ننھے بیٹے
بیٹیوں کے برعکس
پسند نہیں کرتے
جنس کی تبدیلی

اور ماؤں سے کہلاتا
ننھی منی گڑیا
ایک اچھی پری
چھوٹی سی شہزادی

آپ کی شناخت

اپنی نگاہیں اپنی پلیٹ پر رکھیے
اور اپنے کانٹے پر
اور اپنی چھری پر

آپ کی شناخت
اس مچھلی سے نہیں
جو آپ کے ہاتھ نہیں آئی
نہ اس مچھلی سے
جسے آپ نے خود چھوڑ دیا

آپ کی شناخت
صرف اس سے ہے
جو آپ کے پاس ہے
آپ کی پلیٹ کی کانٹوں بھری مچھلی

پیار بھری دعائیں

تم کہیں نہ جاؤ
میرے پاس رہو
میری آنکھوں کے سامنے
میرے دوستوں کے پاس
اور ہم سے سیکھو پیار بھری باتیں
اور جواباً کرو پیار بھری باتیں

تم کہیں بھی جاؤ
میرے دشمنوں کے پاس نہیں جاؤ
ان سے مت سیکھو
دشمنی کی باتیں
میری موت کی گھاتیں

تم کہیں بھی جاؤ
رات کو آ جاؤ
آدھی رات کو
پھر چاہے بند ہو جاؤ
اکیلے کمرے میں
بغیر چھری کے بند کمرے میں

تم کہیں بھی جاؤ
بس زندہ رہ جاؤ
میرے دشمنوں سے لے لو
زندہ رہنے کا ایک آسان نسخہ
چاہے اس کے ساتھ ملے
میری موت کی اک واضح ترکیب

تم میرے پاس آ جاؤ

ایسا ہو سکتا ہو
کہ ایک متوازن ترازو کے ایک پلڑے سے
میں کچھ وزن ہٹا لوں
اور پلڑا اوپر نہ اٹھے

ایسا ہو سکتا ہو
کہ ایک گہری جھیل کے کنارے
میں پانی میں اپنے عکس کے ساتھ
ایک زمانہ بتاؤں
اور پھول نہ بنوں

ایسا ہو سکتا ہو
کہ ایک جان لیوا بیماری کے ساتھ
لمبے سفر کے آخری مراحل میں
میں اس کے لیے ایک نظم لکھوں
اور وہ مجھے اس دنیا کے لیے چھوڑ جائے

ایسا ہو سکتا ہو
کہ میں اسی طرح

جیسا کہ ایک ہمیشہ موجود تصور میں ہوتا ہے
اپنے ہاتھ کا گولیوں سے بھرا پستول
اپنی کنپٹی تک لے جا کر
استعمال کروں
اور زندہ رہ جاؤں

یا ایسا ہو سکتا ہو
کہ ایک حسین صبح
تم میرے پاس آ جاؤ
اور پھر کبھی دور نہ جاؤ۔

نئے نام کی محبت

(2013)

انتخاب

تمھاری بولی کی رنگینیاں

کتنے رنگوں کے نام ہیں
تمھاری بولی میں
دنیا تمھیں اتنی ہی رنگین نظر آئے گی

اپنی بولی میں موجود
سب درختوں کے نام یاد کرو
تاکہ بیٹھ سکو ہر دفعہ
مختلف نام کے سائے میں

برف کی کتنی قسموں کے نام جانتے ہو
اگر تم اسکیمو ہوتے
تو برف کی بیس قسموں کی پہچان کر پاتے

کہیں انسانی جذبات کی
بہت ساری قسمیں تو نہیں ہیں
تمھاری بولی میں
ایسا نہ ہو جذبات کے سوا
کچھ نہ ہو تمھارے دماغ میں

اگر لوگ کم ہو گئے ہیں تمھارے آس پاس
تو رکھ لو ایک ہی شخص کے کئی کئی نام

اور محبت کے لیے ڈھونڈو
بہت سارے نام
میرے ساتھ مل کر
تاکہ ہم کر سکیں ہر دفعہ
نئے نام کی محبت

میں کہتی ہوں

میں کہتی ہوں لال
تم کہتی ہو لال
میں کہتی ہوں گلابی
تم کہتی ہو لال
میں کہتی ہوں عنابی
تم کہتی ہو لال
میں کہتی ہوں نارنجی
تم کہتی ہو لال
میں کہتی ہوں کتھئی
تم کہتی ہو لال

تم کہتی ہو عورت
میں کہتی ہوں عورت
تم کہتی ہو ماں
میں کہتی ہوں عورت
تم کہتی ہو بہن
میں کہتی ہوں عورت
تم کہتی ہو بیوی
میں کہتی ہوں عورت

تم کہتی ہو بیٹی
میں کہتی ہوں عورت

میں کہتی ہوں آنسو
تم کہتی ہو آنسو
میں کہتی ہوں محنت
تم کہتی ہو آنسو
میں کہتی ہوں نفرت
تم کہتی ہو آنسو
میں کہتی ہوں غصہ
تم کہتی ہو آنسو
میں کہتی ہوں قتل
تم کہتی ہو آنسو

میں کہتی ہوں نظم
تم کہتی ہو نظم
میں کہتی ہوں درد
تم کہتی ہو نظم
میں کہتی ہوں روگ
تم کہتی ہو نظم
میں کہتی ہوں ہار
تم کہتی ہو نظم
میں کہتی ہوں قبر

تم کہتی ہو نظم

تم کہتی ہو نظم
تم کہتی رہتی ہو
میں کہتی ہوں نظم

جب سوچ رہی تھی میں ایک نظم

جب سوچ رہی تھی میں ایک نظم
وہ نکل گئی برابر سے
ناراضگی سے مجھے دیکھتی

توجہ نہیں دے سکی میں
ان کی دانشمندانہ باتوں پر

پڑھا تاریخ گزرنے کے بعد
اہم ملازمت کا اشتہار

وہ بھوکا رہ گیا رات بھر
چلا گیا ہمیشہ کے لیے

نہیں مل سکیں انھیں بروقت
سلائی کی مشینیں

لوٹ لیا انھوں نے سارا خزانہ
دونوں ہاتھوں سے

گر گئی بوسیدہ دیوار
اسکول کے بچوں پر

وہ پھیل گئے ہر طرف
خود کو اور دوسروں کو بموں سے اڑانے
کیوں سوچ رہی تھی میں ایک نظم

بستر میں اک چیونٹی

جب چیونٹیوں کے باہر نکلنے کا موسم نہ ہو
کہاں سے آجاتی ہے بستر میں ایک چیونٹی
اچانک ہی نظر آتی ہے
ڈبل بیڈ کی وسیع دنیا میں
بھٹکتی ہوئی
تنہائی کی ماری
واضح طور پر گھبراہٹ میں مبتلا
ایک اکیلی چیونٹی
میرے مطالعے میں خلل ڈالنے کے
اپنے جرم سے ناواقف
یہ بیچاری نہیں جانتی
میں نے کس تکلیف سے بچنے کے لیے
کتاب اٹھائی تھی

ایک سمت میں
تیز رفتاری سے
سفر کرتی ہوئی
وہ اچانک اپنی سمت تبدیل کر لیتی ہے
پھر اک اور سمت

یہ بات کھل جاتی ہے
اسے اپنی منزل کا قطعی علم نہیں ہے
نہ ہی سمت کا

میری انگلی ایک خدا کی طرح
اس کا پیچھا کرتی ہے
اور جب چاہے
اس کی گھبراہٹ میں مزید اضافے سے
محظوظ ہونے کے لیے
اس کے آگے پہاڑ بن کر
اسے اپنا رخ بدل کر
اور زیادہ تیز رفتاری سے بھاگنے کے لیے
مجبور کر سکتی ہے

میں جو ایک اذیت پسند ہوں
اس کی کسی غلطی پر
یا اس کے ساتھ کھیل سے بور ہونے کے بعد
اپنی انگلی سے اسے مسل کر نیچے پھینک دوں گی
اور آدھی رات کو
جب نیند مجھ پر مہربان ہونے سے انکار کرے گی
تو یہ انگلی بڑھے گی
اک رخسار تک
اور ٹھہر جائے گی

آدھے رستے میں
اور آدھی رات کا سناٹا کہے گا
کہاں سے آجاتی ہے یہ
بستر میں اک چیونٹی

اسکریبل آن لائن اجنبی کے ساتھ

جب میں ایک پرانے دوست کو ایک کھیل کے لیے ڈھونڈ رہی تھی مجھے ایک اجنبی مل گیا اور بار بار دعوت دی ایک کھیل شروع کرنے کی

اس کی باری پہلے آئی اور اس نے شروع کیا کچھ بے ہنگم انداز میں ایک صرف سہ حرفی لفظ "MAN" سے
میرے پاس بھی کچھ اچھے حروف نہ آئے اور اس کے لفظ کو بڑھا کر میں نے کر دیا "WOMAN"

اس کی قسمت نے ساتھ دیا "M" کے ساتھ لگا کر اس نے بنا لیا "MARRIAGE" اور اپنے ساتوں حروف استعمال کرنے پر اسے پچاس اضافی نمبر ملے

میرے پاس "S" تھا مگر "MARRIAGE" کو "MARRIAGES" بنانے کی جگہ نہیں تھی اس لیے میں نے "R" کو استعمال کرتے ہوئے بنایا "REASON"

اس نے "S" کے ساتھ لکھا "SEX" اور ٹرپل لیٹر پر "X" سے حاصل کر لیے پھر بہت سارے نمبر

میں نے بھی "X" کو استعمال کیا اور لکھا "EXIT"

قسمت سے اسے پھر "S" ملا اور میرے لفظ کے آگے "S" لگا کر اس نے مزید بنایا "SLUT"

مجھے یہ لفظ اچھا نہیں لگا اور میں نے "U" سے بنایا "UNFIT"

اس نے میرے "F" کے چار نمبر زائد حاصل کیے جب اس نے "F" سے بنایا وہ چار حرفی لفظ جو ہم شریفانہ گفتگو میں استعمال نہیں کرتے

میں نے بھی جواباً "C" سے لکھا ایک ایسا ہی لفظ جس میں "N" تھا اور "T"

اس کے پاس آیا پھر بہت کارآمد "S" جس سے اس نے میرے لفظ کی جمع بنا کر اسے مزید بے ہودہ بنا دیا اور مزید لکھ دیا ایک سات حرفی لفظ "LUSTFUL" اور دوسری بار حاصل کر لیے پچاس اضافی نمبر

میں کھیل میں بری طرح ہار رہی تھی سو میں نے فیصلہ کیا اپنے تمام بے کار حروف بدل دینے کا جس کے لیے مجھے اپنی باری چھوڑنا پڑی

اس نے پھر لکھا "LOSER" اور استعمال کر لیا آخری "S"

میں نے بلینک ٹائل کو "S" کے طور پر استعمال کرتے ہوئے "LOSER" کو بنایا "LOSERS" اور لکھا "STUPID"

اسے جیسے ہی "D" ملا اس نے لکھ دیا "DIVORCED" اور ایک بار پھر حاصل کر لیے پچاس

اضافی نمبر

میرے لیے کھیل میں اب کچھ باقی نہیں بچا تھا پھر بھی ہار مان لینا مجھے اچھا نہیں لگا۔ کھیل ادھورا چھوڑ کر میں نے اسے پیغام لکھ دیا: ''ہم اب اجنبی نہیں رہے۔ ہم پھر ملیں گے اور کھیل کو یہیں سے شروع کریں گے۔''

آگ کی کہانیاں

ہاں یہ سچ ہے
کہ تم نے مجھے
اور اسے
اور پھر اسے
اور آخر میں اسے
بچالیا

میں ایک آگ میں تھی
اور میرے بعد وہ بھی
اور پھر وہ بھی
اور آخر میں وہ بھی
صرف تم باہر تھیں
تم نے سب کو دیکھا
ایک ایک کر کے
تم نے ہمیں بچالیا

پھر ہم نے اپنی اپنی آگ کی کہانیاں سنائیں
اور تم نے سنیں
ہم نے مقابلہ کیا

اپنی اپنی آگ کے تقدس کا
اور شدت کا
اور تم سے چاہا
منصفانہ فیصلہ
تم نے الگ الگ سب کا خیال رکھا

اور میں لوٹ گئی
اپنے ادھ جلے باغ کی طرف
اور میرے بعد وہ بھی
اور پھر وہ بھی
اور آخر میں وہ بھی

اور کوئی نہیں تھا
جب ایک آگ نے
تمھیں جلا دیا

یہ کیا نظم سوچی ہے

مقدمہ شروع ہوگیا
خواب میں
اس نظم پر
جو میں نے سونے سے پہلے سوچی تھی
کالے چوغے پہنے
تین باریش بزرگ
دروازے سے داخل ہوئے
اور بیٹھ گئے ایک بنچ پر
اور پوچھا مجھ سے
''یہ کیا سوچا ہے بھئی''

''میں استری کر رہی ہوں
بعد میں بات کروں گی''

مسکرائی نوجوانوں کی ایک ٹولی
ایک دوسرے کو دیکھ کر
آنکھ مارتے ہوئے
گھورا میں نے انھیں غصے سے تپ کر
''اپنے کام سے کام رکھو بیوقوفو!''

ہنسنے لگے کونے میں کھڑے چار بچے
''تماشا ہو رہا ہے کیا
کیوں گھسے ہو یہاں
نکلو باہر میرے گھر سے''

نہیں سنیں کسی نے میری باتیں توجہ سے
اور گھورتے رہے میرے چہرے کو
لگاتار

''اچھا، میری جان بخشیں
بھول جاتی ہوں میں جو نظم سوچی تھی
ہو گیا قصہ ختم
اب جاگنے کی اجازت دے دیں مجھے
مہربانی کر کے''

جب جاگ گیا وہ

بنائی میں نے ایک تصویر
بہت سارا وقت لگا کر
پھر جاگ گیا وہ
پہلے دن غائب ہو گیا آسمان
دوسرے دن سمندر
تیسرے دن پہاڑ
چوتھے دن جنگل
پانچویں دن تم
اور چھٹے دن میں
ایک سفید کاغذ باقی رہ گیا فریم میں
دیوار پر سجا
پھر آرام کیا اس نے ساتویں دن
اور میں بھی سو گئی

ہو جائے اس بات پر

ہو جائے اس بات پر ایک بازی اور
اور ہار گئی میں
جیتا ہوا کھیل

ہو جائے اس بات پر ایک قدم اور
اور ہار گئی میں
جیتا ہوا گھر

ہو جائے اس بات پر ایک جنگ اور
اور ہار گئی میں
جیتا ہوا ملک

ہو جائے اس بات پر ایک جیون اور
اور ہار گئی میں
جیتی ہوئی موت

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں

بے انتہا مضبوط ستونوں پر کھڑی
عالیشان عمارت کے وسیع برآمدوں میں
گھومتی رہتی ہیں
سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں
مچھلیوں سے بنی خوراک کھاتی ہیں
جواُن کی عمروں کو
سسٹر کیرولن کی عمر کی طرح
لمبا رکھتی ہے

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں
کبھی نہیں کھاتیں
سسٹر کیرولن کے سوا
کسی کے ہاتھ کا دیا ہوا کھانا

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں
کلاسوں کے دوران
بیٹھی رہتی ہیں

بنا کسی خوف کے
لڑکیوں کے ساتھ
اور کبھی کبھار آلودہ کر دیتی ہیں
کمروں کے فرش کو

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں
کبھی کبھار غراہٹوں سے اپنی
اسکول کے نظم و ضبط میں
خلل ڈالتی ہیں

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں
چھوٹی اور بڑی سب لڑکیوں کو
اور استادوں کو
اور استانیوں کو
اور کلرکوں کو
ڈرا کے رکھتی ہیں

سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں
آسیبوں کی طرح
چمٹی ہوئی ہیں
ہمارے شہر کے
سب سے معزز
سب سے عالیشان

سب سے مہنگے
اسکول سے نکلی ہوئی
امیر گھرانوں کی لڑکیوں کے ذہنوں سے
اور کبھی کبھار
ان کے جسموں میں گھس کر
بدل دیتی ہیں
ان کی شکلوں کو
اور آوازوں کو
اور بن جاتی ہیں وہ
سسٹر کیرولن کی چتکبری بلیاں

آخری کیل

ایک خوبصورت دن
میں نے سوچا
میں اپنے زیر انتظام
بارہ ستونوں کو آراستہ کروں

پھر میں نے بحث کی
ایک سربراہ کی حیثیت سے
میرا فیصلہ ہوگا
کہ میں ان ستونوں کو کیسے آراستہ کروں
مصنوعی پھولوں کے گلدستے لگاؤں
جامد حیات تصویریں
یا شاعروں کے خاکے

تعلیمی بورڈ بیٹھا مسکراتا رہا
اور سسٹر اینا بھی
اور سید طاہر بھی
اور مسز اشرف بھی
اور پھر سب نے بیک آواز کہا
آپ جو چاہیں کریں

میں نے کیلنڈر کے بارہ مہینوں سے
بارہ اردو شاعروں کے خاکے نکالے
اور فریم کرا لیے

مزدوروں نے بتایا
ہم نے ہر ممکن کوشش کر لی
ان مضبوط ستونوں میں کیلیں نہیں گاڑی جا سکتیں

تعلیمی بورڈ نے ہتھوڑا اٹھایا
اور سسٹر اینا نے
اور سید طاہر نے
اور مسز اشرف نے
اور میز پر بجا کر
بیک آواز کہا
یہ آپ کے تابوت میں آخری کیل تھی

بریک بنتا ہے

پانچ گھنٹے تک پتھر توڑتے ہیں
ان محنتی مزدوروں کا بریک بنتا ہے

چھ دنوں تک ٹائپ کرتے ہیں
ان ماہر کلرکوں کا بریک بنتا ہے

پورے ایک مہینے سرکس چلتا ہے
ان مشاق بازیگروں کا بریک بنتا ہے

دس مہینے تک علم حاصل کرتے ہیں
ان ذہین طلبا کا بریک بنتا ہے

پورے دس سال اک بیوی کو دیے ہیں
اس ذمے دار شوہر کا بریک بنتا ہے

ساری زندگی سب کے کام کیے ہیں
اس جاں بلب عورت کا بریک بنتا ہے

منسٹر صاحبہ کی پاور پوائنٹ فائل

یو این او کے سامنے پیش کرنے کو
منسٹر صاحبہ کی پاور پوائنٹ فائل میں
تصویریں کون سی رکھی جائیں

سڑکوں پر بھکاری بچے
ایک جیسے لگتے ہیں
کوئی بھی رکھ لیں

برقعوں میں ملبوس عورتوں کے چہرے
ایک جیسے لگتے ہیں
کوئی بھی رکھ لیں

داڑھیوں میں چھپے مولویوں کے چہرے
ایک جیسے لگتے ہیں
کوئی بھی رکھ لیں

دھماکوں کے بعد مسخ شدہ جسم
ایک جیسے لگتے ہیں
کوئی بھی رکھ لیں

منسٹر صاحبہ کے لیے پاور پوائنٹ فائل میں
ڈیزائن کون سا رکھا جائے
رنگ کون سے بھرے جائیں
آپشنز بے شمار ہیں
کسی ماہر کو بلائیں

تمھیں اجازت ہے

کیوں کرتے ہو تم
فیشن سے باہر
مصنوعی پھولوں سے
اتنی زیادہ نفرت
یہ بھر دیتے ہیں رنگ
ہمارے کمروں میں
ایسے گھروں کے
جن میں باغ نہیں ہیں
گملے نہیں ہیں

ہم رہتے ہیں مل جل کر
سو سے زائد گھروں کی
ایک عمارت میں
اجنبیوں کے ساتھ

یہ بچا لیتے ہیں
ہمیں زحمتوں سے
ہر روز مرجھانے والے
پھول خریدنے اور بدلنے کی

یا باغ رکھنے کی

تمھیں اجازت ہے
ہماری قبر پر مصنوعی پھول رکھ دینا

یہ میری دوڑ نہیں ہے

وہ بہت سے لوگ تھے
دوڑ رہے تھے
مقابلہ جاری تھا
ہم تماشائیوں میں تھے
شور مچاتے
تالیاں بجاتے
سیٹیاں بجاتے
آوازے کستے

نہ جانے انھیں کیا مغالطہ ہوا
مجھے پکڑ کر تھما دی دوڑ کی وردی
اور دھکیل دیا دوڑنے والوں میں

"نہیں یہ غلط ہے
یہ میری دوڑ نہیں ہے
یہ دوڑ میری نہیں ہے
یہ نہیں ہے میری دوڑ
مجھے جانے دیں
مجھے صرف دیکھنا ہے

دکھانا نہیں ہے''
دوڑتے دوڑتے میں نے کہنے کی کوشش کی

وہ ہنسنے لگے
''کیا خیال ہے آپ کا
یہ سب لوگ جو دوڑ رہے ہیں
کیا اپنی مرضی سے اس دوڑ میں ہیں؟''

حاشیوں میں

کب تک کرو گے
دوسروں کے کمروں کے حاشیوں میں رنگ
دوسروں کے صحنوں کے حاشیوں میں نیند
دوسروں کے باغوں کے حاشیوں میں رونق
دوسروں کے شہروں کے حاشیوں میں دوڑ
دوسروں کے خوابوں کے حاشیوں میں رقص
دوسروں کے صفحوں کے حاشیوں میں تبصرے
کب تک کرو گے
کب آخر ملے گی
دوسروں کی جنگوں کے حاشیوں میں موت

بوجھو دائیں یا بائیں

بوجھو میری کون سی مٹھی سے نکلی محبت
دائیں یا بائیں

بوجھو میرے کون سے پیر میں رہا سفر
دائیں یا بائیں

بوجھو میری کون سی آنکھ میں آیا آنسو
دائیں یا بائیں

بوجھو میری کون سی کنپٹی پر آئی موت
دائیں یا بائیں

دیواریں پیچھے جا سکتی ہیں

لگتا ہے یہ کوئی خواب ہے
ایک گنبد نما بند کمرہ ہے
جس کی دیواریں دھیرے دھیرے سکڑ رہی ہیں
میرے قریب آ رہی ہیں
دیواریں بے قرار لگتی ہیں
میرا دم گھونٹنے یا مجھے پیس ڈالنے کے لیے
ایک آواز آتی ہے

یہ دنیا ہے
میری آنکھ کھل جاتی ہے
مگر بند کمرے کی دیواریں ابھی تک سکڑ رہی ہیں
آواز آتی ہے
دیواریں پھیل کر پیچھے جا سکتی ہیں
کچھ دیر کے لیے
اگر اس دہشت کے عالم میں
تم لگا سکو ایک قہقہہ
یا لکھ سکو ایک نظم

میں اپنی نظمیں واپس لینے کو تیار ہوں

میری نظموں نے
کچھ لوگوں سے لاپروائی برتی ہے

میری نظموں نے
کچھ لوگوں کو اذیت پہنچائی ہے

میری نظموں نے
کچھ لوگوں کو مار ڈالا ہے

میں اپنی ساری نظمیں واپس لینے کو تیار ہوں
مجھے سب لوگوں سے معافی چاہیے

تاکہ میں برداشت کر سکوں
دنیا کی لاپروائی
اذیت سے تڑپتا ہوا دل
اور اپنی موت

میری اور تمھاری غربت کی داستانیں

تم گھر کے سارے
کام سے فارغ ہو کر
جانے سے پہلے
رک جاتی ہو
اور اپنی غربت کی طویل داستان مجھے سناتی ہو

تم بتاتی ہو
تمھارے گھر میں کتنا آٹا روز آتا ہے
کتنا دودھ، کتنا تیل خرچ ہوتا ہے
کتنا کم پڑتا ہے

تم بتاتی ہو
تم، تمھارا شوہر، اس کی ماں اور تمھارے سات بچے
جس کمرے میں رہتے ہیں
وہ کتنا بڑا ہے

تم بتاتی ہو
تمھارے شوہر نے تمھارے پیسے چرا کر
کسی اور عورت کو دے دیے ہیں

تم بتاتی ہو
تمھیں اپنی ایک بیٹی کو
چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھنے کے لیے
گھر پر ہی چھوڑنا پڑتا ہے

تم بتاتی ہو
تم شام کو سب گھروں کے کام سے فارغ ہو کر
کب گھر پہنچتی ہو

مجھے یہ رپورٹ آج ختم کرنا ہے
اسی سے ملے گا مجھے
سوشل ورک کا نیا پروجیکٹ
تمھاری باتیں سنتے ہوے میں سوچ رہی ہوں

تم چلی جاتی ہو
میں رپورٹ ختم کر کے ہی اٹھتی ہوں
اور اٹھتے ہی
ایک ہلکا سا غصہ مجھے زیر کر لیتا ہے
میں کہتی ہوں
''وہ آج پھر قالین ٹیڑھے بچھا کر گئی ہے''

ہم دونوں میں سے ایک

ہم بہت تھوڑے لوگ ہیں
وہ بہت زیادہ

ہم لاپروا ہیں خود اپنی ذات سے
ہمیں ایک دوسرے کے مفادات کی کیا فکر
وہ آپس میں شیر و شکر ہیں
اور ہمیں کمزور رکھنے کے لیے
ساز باز کرتے رہتے ہیں

ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے
جوں جوں ہمارے لوگ
ہمیں چھوڑ کر
ان کے پاس جا رہے ہیں
ہم کسی کو نہیں روکتے
بلکہ کوئی ایک قدم بھی آگے بڑھائے
تو فرض کر لیتے ہیں
کہ وہ ان کی جانب بڑھ رہا ہے
وہ منتظر دیکھتے رہتے ہیں
کب کوئی ہمارے دائرے سے تھوڑا سا باہر نکلے

اور وہ اسے رجھا کر اپنے ساتھ ملا لیں

ان کے پاس گئے لوگوں میں
ہو سکتا ہے اب کوئی افسوس کرتا ہو
اور واپس آنا چاہے
مگر ہم اس کی پروا بہت کم کرتے ہیں
اور یہ ممکن بھی نہیں ہے
کیونکہ ان کے ساتھ وقت ضائع کرنے والوں کے پاس
ہمارے لیے وقت بچ نہیں سکتا

وہ انتظار میں ہیں
بس ہم میں سے ایک آخری بچ جائے
تو وہ اسے پتھر مار کر ہلاک کر ڈالیں

ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں
اور ڈر رہے ہیں
کیا ہم دونوں میں سے کوئی
دوسرے کو پتھر مارے گا

سورج کی کرنوں کی طرح

تم نکلے اپنے چمکتے ہوے دائرے سے
سورج کی کرنوں کی طرح
اور پھیل گئے
ہماری دنیا کے کونے کونے میں
روشن کر دیے
ہمارے ریگستان، جنگل اور شہر
پہنچ گئے پاپوانیوگنی کے دیہاتوں تک
اور صومالیہ کے جنگلات تک
اور آسٹریلیا کے دور دراز قبائل تک
اور چھین لیا
ابھی تک نہ بگڑے ہوے چھوٹے بچوں کو
ان کی ماؤں سے
تا کہ وہ لکھ سکیں کتابیں
اپنے علاقے کے ناپید جانوروں اور پرندوں پر
اور اپنے پرانے شکار کے طریقوں پر
اور اپنی لوک کہانیوں پر
ایک ایسی زبان میں
جو دنیا کے زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھ سکیں

ہماری دنیاؤں کے درمیان

میں پڑھتی ہوں
سوانح عمریاں
غموں میں مبتلا
یا غم سے مر جانے والی
شاعرات کی

وہ میرے سرہانے رہتی ہیں
میرے خوابوں میں آتی ہیں
اور زندگی میں بھی

کون ہے جو رہ سکے
اتنی غمزدہ عورتوں کے ساتھ
یہ تو میری ہمت کا امتحان ہے
یا اسے بزدلی کہیے
کہ میری اور ان کی دنیاؤں کے درمیان
ایک دیوار موجود ہے
شاید مضبوط
یا شاید کمزور

اگر تمھیں فرصت ہو

ہاتھوں سے چھو کر
فصلوں، پھولوں اور درختوں کو
پہچاننا پڑیں گے تمھیں
خدا کے رنگ
اور سنتے ہوئے
ہواؤں، بارشوں اور پرندوں کو
سمجھنا پڑیں گی تمھیں
خدا کی صورتیں
اگر تمھارے پاس بینائی نہیں ہے

ورنہ تم دیکھ سکتے ہو
اور سمجھ سکتے ہو
خدا کے رنگ اور صورتیں
اگر تمھیں فرصت ہو

سدا مسکراتی ہوئی تصویر

تمھیں اندازہ نہیں
میں کتنی محنت کر رہی ہوں
میں نے بدل دیا ہے اپنا ماضی
اور پھر کر لیے ہیں
بہت سے لوگوں سے وہ سمجھوتے
جنھیں میں ایک زمانہ ہوا توڑ چکی تھی
میں کر رہی ہوں وہ سب کچھ
جس سے میری زندگی کا ہر غم
خوشی میں بدل جائے
صرف اس لیے کہ تم رہ سکو خوش
میری موت کے بعد
اپنی تمام باقی زندگی
اور سوچو میرے بارے میں ہمیشہ
ایک سدا مسکراتی ہوئی تصویر کی طرح

تم خاموش مت ہو جاؤ

تم خاموش مت ہو جاؤ
اچھا ہے کہ تمھاری آواز آتی رہے میرے کانوں تک
سناتے رہو مجھے تمام قصے
تفصیلات کے ساتھ
اپنی اذیت کے
تم سمجھتے ہو
میں برداشت نہیں کر پاؤں گی
تمھاری اذیت
مجھے تکلیف ہوگی
کہ تمھارے پاس اذیت کے سوا کوئی سرمایہ نہیں
مگر میرے لیے اس سے بڑھ کر اذیت ناک ہے
تمھاری خاموشی
تو سناتے رہو مجھے قصے اپنی اذیت کے
تفصیلات کے ساتھ
زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا
کہ میں ذرا آنکھیں بند کرلوں گی
کبھی نہ کھولنے کے لیے

جب ستارہ تھک گیا

جب ستارہ تھک گیا
گردش سے روز و شب کی
تو بیٹھ گیا گھس کر
فٹبال اسٹیڈیم میں
سنیما ہال میں
شادی کی تقریب میں
جنازے کی نماز میں

وہ کوشش کر رہا تھا
دیکھنے کی اور سمجھنے کی
تاکہ ہنسنا نہ شروع کر دے
رونے کے مقام پر
یا اس کے برعکس

وہ آہستہ آہستہ سب کچھ جان جاتا
اور شاید سب ٹھیک کر دیتا
مگر پھر بیزار ہو کر سو گیا
میری قسمت کا ستارہ

تمھاری پہلی دنیا

آنکھ کھل جاتی ہے میری
آدھی رات کو
اور دیکھتی ہوں میں وقت
یہ یاد کرنے کے لیے
کہ تم اس وقت کہاں ہو گے
گھر پر یا دفتر میں
یا باہر کسی دوست کے ساتھ
یا ٹی وی کے سامنے
خوش باش
یا کسی تکلیف میں
ان لوگوں کے ساتھ
جو میرے لیے اجنبی ہیں
کچھ پتا نہیں چلتا
ہم دو الگ الگ زمینوں
اور الگ الگ زمانوں میں قید ہیں

ان سمندروں کے اس طرف
تمھاری پہلی دنیا
تمھیں اپنانے کے لیے

تم سے کیا نذرانہ یا جرمانہ مانگ رہی ہے
شاید یہی
کہ تم کبھی آدھی رات کو نہ اٹھو
اور کبھی وقت نہ دیکھو
یہ یاد کرنے کے لیے
کہ میں اس وقت کہاں ہوں گی

میری پرتشدد زندگی

ہم ہر صبح ملتے ہیں
مگر بہت کم گفتگو کرتے ہیں
پھر بھی کبھی ایسا نہیں ہوتا
کہ میں نہ سوچوں
کہ میں نے پچھلا دن کیسے گزارا تھا

میں نے ٹھیک کھانا کھایا تھا
کلف لگے کپڑے پہنے تھے
ایک کار میں سفر کیا تھا
صاف ستھری میز پر کام کیا تھا
گھر کی کچھ پرانی چیزیں
نئی چیزوں سے بدل دینے کے لیے سوچا تھا
اور گرمی سے نیند نہ آنے پر
بالآخر ایئر کنڈیشن آن کر دیا تھا

تم نے ظاہر ہے یہ سب کچھ نہیں کیا تھا

اب میں اپنی پرتشدد زندگی کو بدلنے کے لیے
طاقت کہاں سے لاؤں

کوئی ڈاکٹر تو کیا ہی بتائے گا
کبھی مجھ سے بات کرو
تو شاید تم ہی بتا سکو

مرکزی کردار

وہ ایک ذہنی مریض ہے
اور جسمانی بھی
اس کے پاس
بچپن سے جمع کردہ بے شمار کہانیاں ہیں
جو آج تک ان سنی ہیں
وہ مر رہی ہے ان کہانیوں کے مرنے کے خوف سے
کوئی فائدہ نہیں ہے
اسے سائیکاٹرسٹ یا سرجن کے پاس لے جانے کا
اسے چاہیے ایک بہت محنت کش آدمی
جو خود بالکل خالی ہو
اور نکالتا رہے
ایک ایک کر کے اس کے اندر سے کہانیاں
اور ادا کرتا رہے
ان کے مرکزی کردار

تنہائی کے فن میں کامیاب

اپنی ازلی آرزو کے مطابق
میں بالکل آزاد ہو چکی ہوں
ہر خواہش سے
لالچ سے
خوف سے
غم سے
نفرت سے
میں چاہوں تو روکنگ چیئر پر
صبح سے شام کر سکتی ہوں
یا رات بھر سفید کپڑے پر
رنگ برنگے پھول کاڑھ سکتی ہوں
یا جنگل میں اتنی دور جا سکتی ہوں
کہ واپس نہ آسکوں
یا دائرے میں گھومتے ہوئے
اپنے آپ کو تھکا کر گرا سکتی ہوں
کبھی نہ اٹھنے کے لیے

اور ایسے میں
انھوں نے اسے بھیج دیا ہے

جان بوجھ کر
میری تنہائی میں خلل ڈالنے کے لیے
تاکہ مل جائے مجھے پھر کوئی
نفرت کرنے کے لیے

چھوٹی سی تو ہے وہ
مگر نہیں ڈالنے دیتی مجھے
اپنی تنہائی میں خلل
مکمل طور پر آزاد
میری نفرت سے بھی
میری اصلی وارث
مگر مجھ سے کہیں زیادہ کامیاب
تنہائی کے فن میں

وہ عجوبہ

وہ سب جا رہے ہیں
سڑک پر ایک ہی جانب
بس پر لدے
بس کی چھت پر بھی
ایک رکشہ میں دو آگے چار پیچھے
ایک موٹر سائیکل پر میاں بیوی اور چار بچے
ایک دوسرے کے ساتھ پھنسے ہوئے
اور دیکھ رہے ہیں
اس عجوبے کو
جو جا رہا ہے
ایک لمبی چمکتی کار میں
بالکل اکیلا
پتا نہیں کیوں

انسان اور دوسرے انسان

میں سمجھتی ہوں
وہ سمجھتے ہیں
کہ میں انھیں انسان نہیں سمجھتی

وہ سمجھتے ہیں
میں سمجھتی ہوں
کہ وہ مجھے انسان نہیں سمجھتے

لوگ دیکھتے ہیں
کہ ہم دیکھتے ہیں
ایک دوسرے کو
کن اکھیوں سے
بالکل ویسے ہی
جیسے کہ انسان دیکھتے ہیں
دوسرے انسانوں کو

خرید دیتی ہوں میں تمھیں رشتے

نہیں دیکھ سکتی ہوں
تم میں سے کسی کو بھی
محبت کے کسی تجربے، کسی پیارے رشتے سے محروم
تو میں چاہتی ہوں کہ تم سب بنو
بیٹے بھی، بھائی بھی، محبوب بھی، شوہر بھی، باپ بھی
اور اگر تم میں سے کوئی
کسی بھی رشتے کے امکان سے دور ہو
تو میں ڈھونڈ لوں گی
تمھارے لیے وہ امکان
کسی نہ کسی طرح
چاہے اس کے لیے مجھے کسی کو خریدنا ہی پڑے
تو اگر تم اپنے رشتوں کے احساس سے محروم ہو
تو میں خرید دیتی ہوں تمھیں
کوئی باپ، یا بھائی، یا محبوبہ، یا بیوی، یا بیٹا
اپنی تمام جمع پونجی کے عوض
یا رکھ دیتی ہوں
کسی اور کو
اپنی جگہ

میں رکھ دیتی ہوں تمھارا نام فوٹو گرافر

لوگ سمجھتے ہیں
تمھارا ایک ہی نام ہے
مگر میں جانتی ہوں ایسا نہیں ہے
میں تو رکھ لیتی ہوں ہر روز
تمھارا ایک نیا نام

لو آج میں رکھ دیتی ہوں تمھارا نام
فوٹو گرافر

تو اپنے نام کے مطابق
تم اتارو تصویروں میں
اپنی آنکھیں، ناک، رخسار اور ہونٹ
اور ای میل کرتے رہو مجھے
تا کہ میں اتارتی رہوں
تم پر سے نظرِ بد

اور دکھاؤ اپنی مسکراہٹ، ہنسی اور قہقہے
تا کہ میں دکھا سکوں سب کو
تمھاری خوشی

اور دکھاؤ اپنے آنسو
تاکہ میں انھیں تصویر ہی سے پونچھ دوں
اور کوئی دوسرا نہ دیکھے

اپنے نام کے مطابق
بناؤ ان سب کی تصویریں
جن سے تمھیں محبت ہے
تاکہ میں گنتی رہوں انھیں
اور رکھوں نظر
ان کی بڑھتی یا گھٹتی ہوئی تعداد پر
اور غور کرتی رہوں
ان کے خدوخال سے ظاہر
ان کے کردار پر

اور چونکہ تم نہیں اتار سکتے
بہت دور سے
میری تصویر
مانگ لو مجھ سے میری ایک تصویر ای میل سے
اور اپنی مہارت سے
اسے اوپر سے جوڑ دو
کسی ایسی تصویر میں
جو تھوڑی سی خالی ہو

سوچ رہی ہوں ایک گھر بنانے کے لیے

کب سے سوچ رہی ہوں
ایک گھر بنانے کے لیے
جس میں کوئی چیز قیمتی نہ ہو
جس کے دروازے کبھی بند نہ ہوں
جس میں رہتے ہوں
چھوٹے اور بڑے بہت سارے لوگ
آپس میں مل کر
جس میں سمجھیں سب دوسروں کو
بہن یا بھائی یا دوست
اور کام کیا کریں اور گھر چلایا کریں
ہم سارے بڑے اور بچے
آپس میں مل کر
جس میں ہر وہ شخص
جس کا کوئی گھر نہ ہو
جب چاہے آ جا سکے

اگر آ گئے میرے اس گھر میں
چھ ارب افراد
تو رکھنا پڑے گا
مجھے اپنے گھر کا نام
دنیا

جب دیکھ لیا انھوں نے

بچ نکلنا مشکل تھا
جب دیکھ لیا انھوں نے
اشارے کر رہے تھے وہ ایک دوسرے کو
اسے غور سے پہچاننے کی کوشش کرتے ہوے
بھاگنا ناممکن تھا
بڑی ہمت اور حاضر دماغی سے
فیصلہ کیا اس نے
جلائی ایک سگریٹ
اور لا پروائی سے ادھر ادھر دیکھتے کش لگاتے
گزر گیا ان کے سامنے سے
دھوکا دے کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا وہ
ایک خواب میں

ننگے پیر مت آؤ

ننگے پیر مت آؤ
ٹوٹے ہوئے گلاس کے شیشوں پر
جوتے ڈھونڈ لو
یا جھاڑ لینے دو مجھے
ٹوٹے ہوئے گلاس کے شیشے

یہ ٹوٹے ہوئے گلاس کے شیشے ہیں
میری زندگی نہیں

اگر وہ باندھ دے جوتے کا تسمہ

دل دھک سے رہ جاتا ہے
جب کھل جاتا ہے
پارک میں بھاگتے ہوئے
دوسرے بچوں کے ساتھ
میرے ایک چھوٹے بچے کا
جوتے کا تسمہ

میں بھول جاتی ہوں
کچھ دیر کو
سب بڑے خطرات
پھن پھیلائے کھڑے ہوئے
میرے بچوں کے سامنے

بھول جاتی ہوں
ٹریفک کے حادثے
اغوا کی وارداتیں
سڑکوں پر چلتی گولیاں
اسکولوں میں دھماکے

بس نظر میں رہ جاتا ہے
میرے بچے کے جوتے کا
کھلا ہوا تسمہ

ایسے میں اگر وہ تھام لے
میرے بھاگتے ہوئے بچے کو
گرنے سے پہلے
اور جھکے
اور باندھ دے کس کے
اس کے جوتے کا تسمہ
تو اس فرشتے کو
میں منھ مانگا انعام دوں
اور عمر بھر کی محبت

سورج نکلنے سے پہلے

پرندہ مل گیا مجھے شاخ پر بیٹھا
کہا میں نے اس سے
چلے چلو میرے ساتھ سمندر کی طرف
اگر تمھیں فرصت ہے
وعدہ کیا ہے اس نے آسمان سے ملانے کا
مگر مجھے تو جانا ہے گلہری کے پاس
پرندے نے کہا
وعدہ کیا تھا اس کے ساتھ وقت گزارنے کا
راستے میں پڑے گا اس کا گھر
کہو تو لے لیں اسے بھی ساتھ
ہاں کیوں نہیں
میں خوش ہو گئی
مگر اداس ہو گیا درخت
سمندر کے پاس تو تم لوگ بہت وقت لگا دو گے
آجاؤ گے کیا میرے سونے سے پہلے
تھوڑا غصہ آ گیا پرندے کو
کیا قیامت آ جائے گی
اگر جاگ لو گے تم آج کچھ زیادہ رات تک
یا سونا چاہو تو سو رہنا

لے جا تو نہیں سکتے ہم تمھیں اپنے ساتھ
چھوڑ کر درخت کو اکیلا اور ناراض
ہم چلے گئے سمندر کے پاس
گلہری کو لیتے ہوئے
کیسے جائیں گے ہم آسمان سے ملنے
پوچھا میں نے سمندر سے تھوڑا پریشان ہو کر
تمھاری لہریں تو ہمارا وزن اٹھا نہیں پائیں گی
پریشان مت ہو، دلاسا دیا سمندر نے
بلایا ہے میں نے ایک مچھلی کو
آتی ہی ہوگی
لے جائے گی تمھیں آسمان سے ملانے
وہ کہیں جاتا تھوڑا ہی ہے
اپنی جگہ ہی رہتا ہے
کھیلو جب تک تم لہروں کے ساتھ
اتنی بہت سی تو ہیں
کھیلتے رہے ہم لہروں کے ساتھ کچھ دیر تک
پھر آ گئی مچھلی گہرائیوں سے سمندر کی
برا سا منھ بناتی ہوئی
چلو بنالو مجھے اپنی کشتی
لگتا ہے میں تو نوکر ہوں
سمندر اور اس کے مہمانوں کی
سمندر اس کی بات پر کچھ دیر کو ذرا بپھر سا گیا
ہم تو ڈر ہی گئے

مگر مچھلی کو کوئی ڈر نہیں تھا سمندر کا
بے خوف لے کر چلی وہ ہمیں اپنے ساتھ
ہوا کی آواز آئی
کیا پاگل ہوئے ہو
سمندر کی باتوں میں آ گئے
کبھی سنا ہے آسمان کسی سے ملا ہو
چلو واپس
درخت انتظار کر رہا ہے تمھارا
وہ پرندے سے مخاطب تھی
اڑ گیا پرندہ گلہری کو اپنے پنجوں میں سنبھالے
ہوا کی بانہوں کی طرف
مجھے بھی لے چلو
کہا میں نے ہوا سے
میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے، کہا ہوا نے
اور چھوڑ گئی مجھے
پرندے اور گلہری کو لیے
کیا میں آسمان سے ملوں گی
پوچھا میں نے مچھلی سے
ہنسنے لگی وہ
کس کی باتوں میں آئی ہو
کبھی ملتا ہے آسمان
زمین کے باسیوں سے
پھر کیا کر رہا ہے سمندر میرے ساتھ

اغوا کر رہا ہے تمھیں
میں رونے لگی
مجھے واپس چھوڑ دو
میں نہیں کر سکتی یہ
میں تو غلام ہوں سمندر کی
لے جانا ہے تمھیں چٹانوں میں نیچے تہہ تک
پھر لگتا ہے پسیج گیا اس کا دل
کہنے لگی
سورج سے کہتے ہیں
باہر نکل آئے
اور اپنی آگ سے
جگا دے تمھیں

جب ایک رنگ رہ گیا

کھڑکی کھلی رہ گئی تھی میری
مل گیا موقع
تتلیوں کو
بھیج دیا پیغام دور دور تک
آنکھ لگتے ہی میری
بھر گئیں کمرے میں
رنگین ہوگئی میری دنیا
فرش سے لے کر چھت تک
کوئی رنگ ایسا نہ تھا
جو کمرے میں نہ ہو
پھر چادر کے اندر اور میرے لباس کے اندر تک
پہنچ گئیں تتلیاں
آنکھ کھل گئی میری
اڑ گئے سب رنگ
بس ایک رنگ رہ گیا
وہ سب ٹڈیاں تھیں
بھری ہوئی میرے کمرے میں
چاٹ رہی تھیں میرا سویا ہوا جسم
پہنچ چکی تھیں
میری ہڈیوں تک

لے جاتا ہے وہ اجرت میں میری سانسیں

ایک فرشتہ ہے
جسے رکھا ہوا ہے میں نے ملازم
تمھاری حفاظت کے لیے
جب تم دور ہو

آجاتا ہے فرشتہ ہر روز میرے پاس
بتاتی ہوں میں اسے ہر روز
تمھارا کام یہاں نہیں
بہت دور ہے

ہر روز بتاتا ہے مجھے فرشتہ
اسے اجرت چاہیے
روز کے روز
ادھار پر کرلو کام
کچھ عرصے کے لیے
بہت التجا کرتی ہوں

نہیں مانتا میری چھوٹی سی بات
لے جاتا ہے اجرت میں
کچھ سانسیں میری
ہر روز

میرے ایک ہی جیسے لاتعداد پیالے

رکھے ہوئے ہیں لاتعداد
ایک کے اوپر ایک
بے رنگ بے نقش
بالکل شفاف
میرے پیالے

ہر بار جب گر جاتا ہے
تمھارے ہاتھوں سے
یا پٹخ دیتے ہو تم
میرا شیشے کا پیالہ
پکڑا دیتی ہوں میں تمھیں ایک اور
سوچتی ہوں میں
شاید اچھا لگے اس بار تمھیں
میرا شفاف پیالہ

دکھ بھی ہوتا ہے
کیوں بنائے ہیں
تمھیں دینے کے لیے
بنانے والے نے
میرے نصیب کے
ایک ہی جیسے لاتعداد پیالے

شرط

کپکپاتا رہا
شراب سے بھرا
شیشے کا شفاف گلاس
تمھارے ہاتھ میں
کافی دیر تک

رقص میں رہا
میرا بے لباس جسم
کافی دیر تک

تیز رہیں دھڑکنیں
تمھاری اور میری
کافی دیر تک

پھر گر گئی شراب
ٹوٹ گیا گلاس
تمھارے ہاتھ سے گر کر
میرے رقصاں جسم کے گرنے سے پہلے

یہ اژدہا

نہیں نظر آتا مجھے
تمھارے بدن پر گدا ہوا
وہ اژدہا
جو گدا ہوا ہے میرے بدن پر
لپیٹے ہوئے ہے مجھے
جکڑے ہوئے ہے

کیا پیدا ہوئی ہوں میں
اپنے بدن پر اژدہے کے ساتھ
یا گود دیا تھا کسی نے اسے
میرے بدن پر
میری پیدائش کے ساتھ ہی
یا میں نے خود ہی خواہ مخواہ
یا کسی بھیانک غلطی کے نتیجے میں
سجا لیا ہے اسے
اپنے بدن پر
یا محض میرے تخیل کا کھیل ہے
یہ اژدہا

کیا مل سکے گی مجھے

نجات اس اژدہے سے

اپنے بدن کے مٹی میں مل جانے سے پہلے

کچھ لمحوں کے لیے ہی سہی

کیا محسوس کرسکوں گی میں

تمھاری طرح

اژدہے سے آزاد

یا ہے کوئی اژدہا

تمھارے بدن کو بھی لپیٹے

بتادو مجھے

سچ یا جھوٹ

بار بار لکھی گئی اس کی قیمت

کہا اس نے
دبے دبے لفظوں میں
اس کی قیمت لکھیں
اس کے بازو پر
یا پشت پر
یا سینے پر
مگر انھوں نے کوئی توجہ نہ دی
اس کے دبے دبے لفظوں پر
لکھ دی اس کی قیمت
اس کے ماتھے پر
اور سودے بازی سے انکار کر دیا

غلطی کی انھوں نے
اس کے اعمال کی بنا پر
بار بار گھٹائی گئی اس کی قیمت
اور لکھی گئی
ماتھے پر جگہ نہ ہونے کے باعث
پہلے بازوؤں پر
پھر پشت پر
پھر سینے پر

سناؤ مجھے بھی ایک لطیفہ

چپ کیوں ہو جاتے ہو مجھے دیکھ کر
سناؤ مجھے بھی
ایک لطیفہ
میری صنف کے بارے میں

میری صنف کے بارے میں
تمھاری لطیفوں کی زنبیل
عمرو عیار کی زنبیل جیسی ہے
نکالو کوئی نیا یا صدیوں پرانا لطیفہ
محظوظ کرو مجھے
جیسے تم کرتے ہو ایک دوسرے کو
میڈیکل کالج میں مردہ جسموں کی چیر پھاڑ کرتے ہوئے
اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار کرتے ہوئے
یا خاتون سیاستدانوں کے بالوں کے انداز کا تجزیہ کرتے ہوئے

چپ کیوں ہو جاتے ہو مجھے دیکھ کر
سناؤ مجھے بھی
ایک لطیفہ
تا کہ میں ہنسوں

اور ترقی کر سکوں تمھاری دنیا میں

پھر بنا سکوں

تمھارے بارے میں

لطیفوں کی زنبیل

عمرو عیار کی زنبیل کی طرح

اور سنایا کروں انھیں

صرف اپنی صنف کے گروہوں میں

اور چپ ہو جایا کروں

جب غلطی سے تم داخل ہو جاؤ

میڈیکل کالج میں

اسٹاک ایکسچینج میں

ہماری پارلیمان میں

گہرائی چاہیے

گہرائی چاہیے
پیروں کو سفر کی
ایک اچھا بیج ڈھونڈ کر لانے کے لیے

ہاتھوں کو صبر کی
اک گھنا درخت اگانے کے لیے

نظر کو حسن کی
تنے سے ٹیک لگا کر دنیا کو دیکھنے کے لیے

دل کو محبت کی
پتوں سے ایک تاج بنانے کے لیے

گالوں کو آنسوؤں کی
پت جھڑ میں شاخوں کو زندہ رکھنے کے لیے

گہرائی چاہیے
بدن کو مٹی کی
جڑوں کا ہمراز بننے کے لیے

عالمی ادب میں خواتین

بھر گئیں ایک چوتھائی کرسیاں کمرے کی
نئے لوگوں سے
غم سے آزاد چہروں والے

پھر اینٹی گنی نے جان دے دی اپنی
اپنے بھائی کی لاش کو دفن کرنے کے لیے

شکنتلا کو محبت میں محویت کے سبب
بد دعا ملی
کھو بیٹی وہ انگوٹھی
جس سے مشروط تھی دُشینت کی یادداشت

شہرزاد نے برداشت کی انتہا کر دی
ایک ہزار ایک راتوں تک
ایک قاتل کو کہانیاں سناتے
بغداد کی لڑکیوں کو بچانے کے لیے

میرا بائی نکل گئی جنگلوں میں
جوگیوں کے ہمراہ

یا شاید سما گئی کرشن کی مورتی میں
اپنے محل کے قاتلوں سے بچ کر

گلا گھونٹ دیا حاسد اوتھیلو نے
ایک ناقابلِ برداشت الزام کے بوجھ سے
نجات کے لیے
سو جانے والی ڈیسڈیمونا کا

ایملی ڈکنسن سوار ہو گئی
ایک رتھ پر
موت کے ساتھ

سلویا پلاتھ نے گالی دی
اپنے باپ کو
اور گیس بھرے چولھے میں سر دے دیا

گھومتی رہیں کمرے میں
اپنی درد بھری چیخوں کے ساتھ
فدوئی طوقان، نوال السعد وی، ارن دھتی رائے

پھر اٹھ گئے
غم سے آزاد چہروں والے طالب علم
چوتھائی کرسیوں کو خالی کر کے

باہر اپنی اور دوسرے خوش باش لوگوں کی
تصویریں کھینچنے کے لیے
امتحان میں کامیابی کے لیے
نچلے ترین درجے پر قانع

ناکام ہوگئیں
تاریخ کی غمزدہ ترین عورتیں
انھیں پاگل کرنے یا مرنے پر اکسانے کی
تعلیمی سازش میں

بدل رہا ہے موسم

زمین پر پیر نہیں ہیں میرے
آسمان ہاتھ نہیں بڑھا رہا مجھے تھامنے کو
تیر رہی ہوں کہیں فضا میں
یا بھٹک رہی ہوں کہیں خلا میں
بدل رہا ہے شاید
میری نظموں کا موسم

حاشیوں میں رنگ

(2016)

انتخاب

میرا نازک موتی

ایک ہی موتی ملا ہے مجھے
مسلسل چمکانے کے لیے
میرا اپنا نازک سا موتی

کبھی آگ مانگتا ہے وہ
کبھی پانی
کبھی مٹی
کبھی ہوا
ماند پڑنے لگتا ہے
بہت تیزی سے
ذرا سی دیر میں
میرا نازک موتی

اسے چمکانے میں مصروف
میں کرتی ہوں
کبھی محبت کبھی نفرت
دوستوں سے
استادوں سے
اوزاروں سے

ہتھیاروں سے
سیاحوں سے
عبادت گاہوں سے

کبھی دور چلی جاتی ہوں
کبھی مل کر بیٹھتی ہوں سب کے ساتھ
موازنے کے لیے اپنے موتی کا
ان کے موتیوں کے ساتھ
کبھی لگتا ہے
غائب ہو رہا ہے نظروں سے
بھٹکتی پھرتی ہوں پھر
اس کی تلاش میں
مل جاتا ہے کبھی پڑا ہوا
درخت کے نیچے
یا دریا کے کنارے
کبھی کسی بچے کے پاس

جب مر رہے ہوتے ہیں لوگ
میرے چاروں طرف
اور مار رہے ہوتے ہیں لوگ
سامنے کھڑے رہنا اچھا ہے
یا چھپ جانا
میرے موتی کی چمک کے لیے

سمجھنا آسان نہیں ہے

سوچا تھا حیران کردوں گی سب کو
ایک دن اپنے موتی کی چمک سے
سناؤں گی اس کی کہانی
تفصیل سے
مگر نہیں سہار پاتا
نظروں کا بوجھ
میرا نازک موتی

لگتا ہے پسند کرے گا
میرے ساتھ ہی غائب ہو جانا
ہمیشہ کے لیے
میرا نازک موتی

ایک نظم اپنے اداس شہر پر

چلے گئے وہ سب
میرے شہر سے
جو بنا سکتے تھے
سیدھی مضبوط دیواریں
ان شہروں کو
جہاں مل سکتا ہے انھیں
زیادہ معاوضہ
سیدھی مضبوط دیواروں کا
رہ گئی ہیں میرے شہر میں
اب صرف ٹیڑھی کمزور دیواریں
ٹیڑھی کمزور تہذیب کی علامت
میرے شہر کی دیواریں

دوڑ رہی ہیں
اونچی نیچی سڑکوں پر میرے شہر کی
بسیں، سائیکلیں اور گاڑیاں
اندھا دھند
تصادم کے خوف سے بے نیاز
ایک دوسرے کا راستہ کاٹتی ہوئی

اذیت سے بھرے داوں کا عکس ہیں

میرے شہر کی

اونچی نیچی سڑکیں

میرے شہر کے ساحل پر

چل رہی ہیں

مون سون کی ہوائیں

اتنی تیز

ہلا دیں قلم

اڑا دیں کاغذ

شاعری کی دشمن ہیں

میرے شہر کے ساحل سے چلتی

مون سون کی ہوائیں

ٹیڑھی کمزور دیواروں سے دور بیٹھوں

اونچی نیچی سڑکوں پر قدم نہ رکھوں

کھڑکیاں بند کرلوں

تو لکھ سکوں ایک نظم

اپنے اداس شہر پر

گن رہی ہو کیا

کیا انگلیوں کی پوریں ہیں
گنتی کے لیے
جو گنتی رہتی ہو تم
انگلیوں کی پوروں پر

سوتے اور جاگتے
پتا نہیں کیا کیا
کیوں دہلاتی ہو
پیار کرنے والوں کو
اپنے پاگل پن کی واضح نشانیوں سے

جب دنیا کی بیشتر چیزیں
قابل شمار ہیں
وہ کیونکر سمجھ پائیں گے
تمھارے دل کے راز

تو گن رہی ہو کیا جس کا شمار ختم نہیں ہوتا
سورج کی کرنیں
جنگل کے درخت

ہواؤں کے جھونکے
آسمان کے تارے

یا اپنی پیشروؤں کی طرح
تم بھی گن رہی ہو
اپنی یا اوروں کی قمیضوں کے بٹن
چھت میں لگی کڑیاں
دیواروں کے دھبے
یا کھڑکی کی سلاخیں

تتلیوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹیں

(1)

کہیں نہ کہیں
تتلیاں پھڑ پھڑا رہی ہیں اپنے پر
اور برپا کر رہی ہیں طوفان
مختلف جگہوں پر
بدل دیتی ہیں موسم
تتلیوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹیں
اور ستاروں کی سمت اور رفتار
اور ہماری قسمتیں
سوچنے کا مقام ہے ہر پل
قدم کس طرح اور کس طرف پڑے
اور کیسے بدل جائیں ہماری منزلیں
تتلیاں نادان ہیں
ناواقف ہیں اپنے برپا کیے ہوئے طوفانوں سے
بالکل ہماری طرح
جو نہیں جانتے
اچھا ہے یا برا
ہمارا سانس لینا یا سانس روک لینا

(2)

مر چکی تھی میں

جب گر گیا ٹوٹ کر درخت سے

ایک سوکھا پتہ

میرے شانے پر

اور دیکھ لیا تم نے

اور رک گئے

جھاڑنے کے لیے

میرے شانے سے

وہ سوکھا پتہ

ایک بار پھر کہا تم نے

سوچ لو ایک بار اور

بات کر لینے میں کیا ہرج ہے

اور بات کر لی ہم نے

اور گزار لی ایک زندگی

ایک دوسرے کے خاندانوں کو جان کر

اپنے بچوں کے ساتھ

اور جب لے جا رہے تھے لوگ

تمھیں کاندھوں پر

مجھے یاد آ گیا یونہی ایک لمحے کو

اگر نہ گرا ہوتا ٹوٹ کر درخت سے

وہ سوکھا پتہ

میرے شانے پر

(3)

وہ غلط پھینکی گئی تیز گیند تھی
جو لگی پیٹ میں جا کر ایک لڑکے کے
اور پھاڑ دیا اس کا اپینڈکس
اور غم سے پاگل کر دیا اس کے بھائی کو
سو سال گزر چکے ہیں
میں ہاتھ مل رہی ہوں
اس تیز گیند پر
آنسوؤں کے درمیان
ایک صدی کے نسل در نسل جاری
پاگل پن کا بوجھ
اپنے سر پر اٹھائے

(4)

رات ڈرامہ دلچسپ تھا
نیند دیر سے آئی
بھول گئی وہ جلدی میں
میز پر پڑا نظر کا چشمہ
اس اہم دن
جب مل گیا اسے وہ
اور ہو گیا پہلی نظر میں
ہمیشہ کے لیے اس کا اپنا

باوجود اس بات کے
کہ بہت نفرت تھی اسے نظر کے چشمے سے
بہت سال بیت گئے
جب اس نے سوچا
کاش اس رات نہ دیکھا ہوتا اس نے
وہ دلچسپ ڈرامہ
یا نہ بھولا ہوتا جلدی میں
میز پر پڑا نظر کا چشمہ

(5)

معمولی زکام تھا مگر
نہیں کرسکی وہ ہمت
بچے کے اسکول کی میٹنگ میں جانے کی
نہیں جا سکا وہ وقت پر دفتر
بچے کے اسکول کی میٹنگ کے باعث
نہیں دے سکا وہ اس کی تنخواہ
صحیح وقت پر
نہیں دے سکی وہ واجب الادا فیس
بچے کے اسکول میں
صحیح وقت پر
نہیں کر سکا وہ برداشت
فیس نہ لانے پر
ماسٹر کی مار

نہیں پڑھ سکا دوسری جماعت کے بعد
کرتے رہ گئے دھوپ میں مزدوری
وہ اور اس کے بچے
کسی اجنبی کے
معمولی زکام کے باعث

(6)

بھول گئی نوکرانی اس رات
پانی کا گلاس سرہانے رکھنا
کھل گئی اس کی آنکھ
آدھی رات کو
روتے روتے سونے کے بعد
شدید پیاس سے
اور بلا لیا اسے
صحن میں رکھے مٹکے کے برابر
کنویں کے اندر سے
اس کے عکس نے
کھل جاتی ہے آنکھ
آدھی رات کو
روتے روتے سونے کے بعد
میرے پیاروں کی
دل کے درد سے
دیرینہ یادوں سے

ڈراؤنے خوابوں سے
جو جگائے رکھتے ہیں مجھے دن اور رات
کبھی نہیں بھولتی
میں پانی کا گلاس
ان کے سرہانے رکھنا

(7)

پرندے نے سوچا
ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں
دائیں مڑے یا بائیں
اور مڑ گیا بائیں
اور ٹکرا گیا
شور مچاتے، تیز رفتار
بہت بڑے پرندے سے
جو اسے نگلتے ہی گرا
اور پاش پاش ہو گیا
شہر کے معززین آدھے رہ گئے
بدل گئے خاندانوں کے سربراہ
تباہ ہو گئے کچھ کاروبار
کچھ چھونے لگے آسمانوں کو
الٹ گئیں تقدیریں
ہزاروں موجود لوگوں کی
اور ان کی بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے

جب مڑ گیا پرندہ
دائیں جانب کے بجائے
بائیں جانب

(8)

اجنبی ہے وہ
مگر سنا تھا کہیں اس نے میرا نام
ڈھونڈ کر نکال لی ہے اس نے میری فائل
اور فیصلہ کیا ہے
میں اس کام کے لیے مناسب ہوں
اب چھوڑنا ہوگی
مجھے یہ سرزمین
بڑا ہونا ہوگا میرے بچوں کو میرے بغیر
بھول جائیں گے مجھے وہ
جنھیں میں قریب رکھتی ہوں
آ جائیں گے قریب
پتا نہیں کون سے اجنبی لوگ
شریک نہ ہو پاؤں میں شاید
شادیوں اور اموات میں
اپنے پیاروں کی
نہ جانے کون تھا
جس نے لیا تھا میرا نام
اس کے سامنے

برسبیلِ تذکرہ

(9)

ہوگئی بارش
غیر متوقع
پھیل گئی کیچڑ
پھسل گئے گھوڑے
ہار گیا وہ
ایک اہم جنگ
بن گئی محکوم
اس کی جنگجو قوم
بدل گئی تاریخ
ہمیشہ کے لیے

(10)

جب کھڑا کیا تھا استاد نے
اسے بنچ پر
وہ سب پیدا نہیں ہوئے تھے
جو مارے گئے اس کی شرمندگی کے ہاتھوں
پلتی رہی اک آگ
تیس سال تک
اس کے سینے میں
اور گھس گیا ایک دن

وہ ان کی کلاس میں
اور ایک ایک کر کے ختم کر دیں
سب بچوں کی تمسخرانہ مسکراہٹیں
لے لیا اپنی ذلت کا انتقام
بے رحم دنیا سے

(11)

جا رہی تھی اس کی بیوی کی دوست
ملک سے باہر
ملنا ضروری تھا
بلائے جا رہی تھی کب سے
اسے چلنے کے لیے
بغیر پڑھے دینا پڑے
اسے اوسط نمبر آخری جوابی کاپی کے
اور باندھ دیا اس نے بنڈل
نہیں مل سکا کسی یونیورسٹی میں داخلہ
مستقبل کے عظیم سائنسداں کو
نہیں ہو سکی وہ عظیم ایجاد
جو بدل دیتی ہماری قوم کی تقدیر

(12)

سوچا تو ضرور ہوگا اس نے
کیلے کا چھلکا گلی میں پھینکنے سے پہلے

میری قسمت کے بارے میں
پہنچ گئی میں ہسپتال
کھو بیٹھی اپنی ملازمت
بند ہو گئے ترقی کے دروازے
روٹھ گئی خوشحالی
نہ بن سکے میرے بچے
جو بننا تھا انھیں
اور ان کے بچے
سوچا تو ضرور ہو گا اس نے
کیلے کا چھلکا گلی میں پھینکنے سے پہلے

میرے کرداروں کا گروہ

وہ مجھ پر بے حساب ظلم کرتے ہیں
ایک کے بعد ایک وہ نظر آتے ہیں
میرے آس پاس
اور اجاڑ دیتے ہیں میرے دل کا چین
مجبور کر دیتے ہیں
مجھے دن رات محنت کرنے پر

ان کے ساتھ زندگی خطرناک ہوتی ہے
کوئی فرج کو کھلا چھوڑ دیتا ہے
کوئی دودھ کو ابال کر بجھا دیتا ہے
گیس کا کھلا ہوا چولہا
کوئی رات کو دروازے میں تالا لگانا بھلا دیتا ہے
کوئی گھس آتا ہے کار میں
ڈرائیونگ سیٹ کے برابر
اور تیز ٹریفک سے میرا دھیان بٹاتا ہے
کوئی طالب علم کا روپ دھار کر
میری کلاس کے دوران خلل ڈالتا ہے
علمی گفتگو کا سلسلہ توڑنے کے لیے
کوئی شکلیں بنا بنا کر

مجھے ہنسانے کی کوشش کرتا ہے۔

میری نظموں کے کردار
یہ سب کرتے ہیں
تاکہ میں کوئی پاگل نظر آؤں
اچھوت بن جاؤں
یا کسی حادثے میں مر ہی جاؤں
ان سب کے ساتھ زندگی خطرناک ہے
اب جبکہ میں نے آج صبح ہی صبح
تمھیں ڈانٹا ہے
اور تم شاید روتے رہے ہو
لگتا ہے کہ تم بھی ان کے گروہ میں
شامل ہونے کو تیار ہو

کون ہوگا میرے سرہانے

میری موت پر
تم ہوگے میرے سرہانے

یا وہ
یا کوئی اور
جو ابھی میرے پاس نہیں ہے
یا کوئی بھی نہیں
ایک دہشت ہے دل میں
جو مجبور رکھتی ہے
مجھے ہر صبح تیز واک کرنے پر
زندہ رہنے پر

یاد رکھنا میری موت پر

پلیز یاد رکھنا
میری موت پر
اسے مت آنے دینا
اسے میں نے بہت پہلے گھر سے نکال دیا تھا
اور اسے بھی نہیں
اسے تم نے زبردستی میرے ساتھ رکھا ہوا ہے
اور اسے بھی نہیں
اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے
وہ زندہ ہے بھی یا نہیں
بس اک تم باقی ہو
تم چاہو تو آ سکتے ہو
اور اس سے کہہ دینا
وہ ضرور آئے
میں اس کے بغیر مر نہیں سکوں گی

بدکرداری سے نفرت کے باعث

وہ تیرہ سال کی ہے
اور سب کو بتاتی ہے
کہ اپنے ماموں زاد کے ساتھ
اندھیری کوٹھری میں ملا کرتی ہے

وہ چودہ سال کی ہے
اور دو لڑکوں کو چھوڑنے کے بعد
اب ڈرائیور کے سولہ سالہ بیٹے کے ساتھ
بھاگ نکلنے کا منصوبہ بنا رہی ہے

وہ پندرہ سال کی ہے
اور شوہر سے ہر روز مار کھانے کے باوجود
پیٹ سے ہے

وہ چالیس سال کی ہے
اور تینوں نوکرانیوں کی بدکرداری سے
نفرت کے باعث
انھیں بغیر تنخواہ دیے
نوکری سے نکال چکی ہے

طلسماتی محل میں

جب اس نے چونچیں مار کر
لوگوں کی انگلیاں کاٹ لیں
وہ سمجھ گئی
کسی دیو نے اپنی جان اس طوطے میں ڈال رکھی ہے

طوطے کو روٹی کھلانے میں اسے ڈر لگا
مگر اس نے طوطے کی گردن نہیں مروڑی
واضح بات تھی
طوطے کے ساتھ ہی اس کا طلسماتی محل بھی غائب ہو جاتا
جہاں اسے مزے سے تھوڑا سا کام کر کے
تین تین دفعہ کھانا ملتا تھا

مگر جب بڑے بابو نے
اسے اکیلے میں گود میں بٹھانا شروع کیا
وہ سمجھ گئی
دیو کون ہے اور طوطے میں کس کی جان چھپی ہے

افسوس کہ طوطے کی گردن مروڑنے سے
دیو کی گردن نہیں ٹوٹی
اور اس کا طلسماتی محل غائب ہو گیا

روشن خوابوں کو تاعمر رکھیں روشن

ایک بہت چھوٹے فلیٹ کے
بہت چھوٹے کمرے کے
بہت گہرے اندھیرے کے
بہت روشن خوابوں میں
وہ بہت طویل عرصے تک بنی رہیں
عریاں اور نیم عریاں تصویروں کی ماڈل
بہت سارے اچھے فنکاروں کے سامنے
جو سب کے سب خود بھی تھے
لازوال حسن کے شاہکار

بہت روشن خوابوں میں
لازوال حسن کے شاہکار فنکاروں کے سامنے
انھوں نے ہر زاویے سے تصویریں بنوائیں
اور ہر طرح سے خوش کیا
لازوال حسن کے شاہکار فنکاروں کو
اور اپنے آپ کو

مگر اب ان کا جسم بھدا ہو چلا ہے
بہت زیادہ

اور جھریاں بھی ہو گئی ہیں نمایاں
بہت زیادہ
تو جان ڈال دی ہے انھوں نے
ایک لازوال گڑیا میں
اور کھڑا کر دیا ہے اسے
عریاں اور نیم عریاں تصویروں کی ماڈل بنا کر
لازوال حسن کے شاہکار
فنکاروں کے سامنے
وہ کرتی ہے ماڈلنگ
ان سے کہیں زیادہ بہتر
اور خوش کرتی ہے
لازوال حسن کے شاہکار فنکاروں کو
اور اپنی خالق کو
اور اپنے آپ کو
ان سے کہیں بڑھ کر

ان کی کوشش ہے
بہت چھوٹے فلیٹ کے
بہت چھوٹے کمرے کے
بہت گہرے اندھیرے کے
بہت روشن خوابوں کو
تاعمر رکھیں روشن

اگر میں ہوں خوش نصیب

نکل گیا بچ کر
بہت خوش نصیب تھا
حیرت ہوتی ہے
مجھے اس کی جرات پر
یا حماقت کہیے
بھوک، پیاس یا اندھیرا
وجہ کوئی بھی ہو
میرے سامنے آنے کا مطلب تھا
یقینی موت
ایسی جرات کو بھی حماقت کہیں گے
اور لاعلمی کو اس سے بڑی حماقت
پھر بھی نکل گیا بچ کر
بہت خوش نصیب تھا

اگر کوئی بتا دے
میرے ہاتھ کی لکیروں سے
کہ میں بھی ہو سکتی ہوں
اس لال بیگ کی طرح خوش نصیب
تو بھوک، پیاس اور اندھیرے کو گھنانے
کرنے کو تیار ہو جاؤں گی میں بھی
ان کا سامنا

جو مجھے کچھ نہ کہے

بناؤں میں ایک گھر
کافی بڑا سا
رکھوں ایک کمرہ اس میں
کافی بڑا سا
بناؤں چاروں طرف اس میں
چھت سے لگی خوبصورت الماریاں
خریدوں بہت سی کتابیں
اور بھر دوں ساری الماریوں کو
اور بند کر لوں اپنے آپ کو
بہت سالوں کے لیے
اسی کمرے میں
اگر وقت کو میں لے جا سکوں
تیس سال پیچھے
اور شادی کر سکوں
ایک امیر آدمی سے
جو میرے گھر، میرے کمرے، میری الماریوں اور میری کتابوں کو
اور مجھے
کچھ نہ کہے

وہ ٹھک ٹھک کرنے آجاتے ہیں

ان میں بچے بھی ہیں
بہت چھوٹے بھی
ہٹے کٹے جوان بھی
عورتیں اور مرد
بوڑھے اور بہت بوڑھے بھی
گہری لپ اسٹک لگائے زنخے بھی
اور اپاہج بھی
لولے، لنگڑے یا نابینا
وہ ٹھک ٹھک کرنے آجاتے ہیں
میری بند گاڑی کے شیشوں پر
اور خلل ڈال دیتے ہیں
میری سوچ یا گفتگو میں
دل کاٹ کر رکھ دیتے ہیں
بہت چھوٹے بچے، بہت بوڑھے اور اپاہج
غصہ دلاتے ہیں
ہٹے کٹے جوان اور زنخے
پانی پانی کر دیتے ہیں
سب کے سب
اگر کوئی غیر ملکی گاڑی میں میرے ساتھ ہو

انتظار کرتی ہوں میں بے چینی سے
سگنل کھلنے کا
فیصلہ تو نہیں کیا ہے
کسی کو کچھ نہ دینے کا
مگر مشکل بات ہے
چیزوں سے بھرے پرس سے
تھوڑے وقت میں
سکے یا کم قیمت نوٹ ڈھونڈ کر نکالنا

ٹوٹ جاتی ہے مکمل خاموشی

وہ آجاتے ہیں
ہر دو چار دن کے بعد
ہم خوش ہوجاتے ہیں
شراب نکالتے ہیں
اچھے والے گلاس نکالتے ہیں
میز پر کھانے کی چیزیں سجاتے ہیں
تم سب کے لیے شراب کے گلاس بناتے ہو
میں بھی کبھی کبھی پی لیتی ہوں
ہم سب کو موقع ملتا ہے
دانشورانہ گفتگو کرنے کا
تم پھر میرے علاوہ سب کے لیے شراب کے گلاس بناتے ہو
بالآخر میرے علاوہ سب پر
تھوڑا یا زیادہ سرور طاری ہوجاتا ہے
خاص طور پر تم پر
شروع ہوجاتی ہیں
تمھاری سرور اور مزاح میں ڈوبی ہوئی کہانیاں
سب بشمول میرے مسکراتے ہیں
کبھی ہنستے ہیں اور کبھی قہقہے لگاتے ہیں
پھر سب کو نیند آنے لگتی ہے

اور نہ چاہتے ہوئے بھی
محفل برخاست کرنا پڑتی ہے
تمھیں سونے میں ایک لمحہ بھی مشکل سے لگتا ہے
اور چھا جاتی ہے ہمارے گھر میں
مکمل خاموشی
جو چلتی رہتی ہے
دو چار دن تک
پھر وہ آ جاتے ہیں
اور ٹوٹ جاتی ہے
ہمارے گھر کی
مکمل خاموشی

پانچویں جماعت کی کتاب سے اقتباس

وہ اکیسویں صدی کا نصف آخر تھا
جب غائب ہونے لگے تھے زمین سے جاندار
تیز رفتاری سے
بڑھ گئی تھی انسانوں کی آبادی اس حد تک
کہ انھوں نے بنائے مصنوعی انسان
تا کہ ان کے ذریعے فتح کر سکیں
دوسرے سیاروں کو
اور آباد کر سکیں انھیں زمین سے انسانوں کو بھیج کر
ہم بھی اسی زمانے میں یہاں آ کر آباد ہوئے

انسانوں کے لیے فتوحات کے بعد
اٹھ کھڑے ہوئے مصنوعی انسان
اور مطالبہ کیا انھوں نے اصلی انسانوں سے
ان کی زندگی کو چار سال سے چھ سال تک بڑھانے کا
مگر کچھ نہ کر سکے مہلت کی کمی کے باعث
سوائے اپنے خالقوں کو موت کے گھاٹ اتارنے
اور پھر خود مر جانے کے

سو سال گزر چکے ہیں

تب سے غیر قانونی ہے ہمارے سیارے پر
مصنوعی انسانوں کی تخلیق اور غلامی
البتہ ان کی قبریں آج بھی موجود ہیں
ہمارے شہروں کی فلک بوس عمارتوں کے نیچے

آدھے کمرے کے لیے

بخش دیا انھوں نے مجھے

آدھا کمرہ
پھر گھس گئے وہ اس آدھے کمرے میں

بکھیر دیا سب کچھ
ڈھونڈ نکالیں درازوں میں چھپی

مانعِ حمل چیزیں اور میری ڈائریاں
جان لیے انھوں نے میرے گہرے راز

توڑ دینا چاہا ہمارا معاہدہ

واپس لینے کے لیے

میرا آدھا کمرہ
پھر خود ہی بڑھا دیں، معاہدے کی شقیں

ممنوع قرار دے دیں

میرے آدھے کمرے میں

مانعِ حمل چیزیں اور ڈائریاں

اور درازیں
آدھے کمرے کے عوض

کر لیا میں نے ان سے
منسوخی کی تاریخ کا ذکر چھیڑے بغیر

پھر معاہدہ

جسے توڑ دوں گی میں
آج یا کل
یا شاید کچھ دنوں کے بعد

جب لے گئے وہ تمھیں بچا کے

میں نے گھبرا کر سب کو آوازیں دیں
اور کہا
کیوں نہیں بچاتے تم
اپنے بیٹے کو
اپنے بھائی کو
اپنے پیارے دوست کو
جمع ہو گئے سب
کنوئیں کے اطراف

میری پکار پر
اور دھکا دیا مجھے کنوئیں میں
تا کہ بچا سکوں میں تمھیں
کہاں ممکن تھا
میرے لیے تمھیں کنوئیں سے نکال لینا
پھر آ گیا کوئی
پکڑ لیا تمھارا ہاتھ
نکال کر لے گیا
تمھیں اپنے ساتھ
مجھے وہیں چھوڑ کر
ہمیشہ کے لیے

اک اچھا سیاح بننے کے لیے

جب اٹھاؤ اپنا بیک پیک
اور اپنی ڈائری
اور نکلو اپنے گھر سے
اور پہنچو اس کے جنگل میں
اور دیکھو نیا پرندہ
اسے نئے قسم کا طوطا مت لکھنا
اس کا نام پوچھ لینا
اپنی ڈائری میں لکھنے کے لیے

جب پہنچو اس کے گاؤں میں
اور دیکھو ایک عورت
ناف کے اوپر بے لباس
اسے عریاں سمجھ کر ڈھانپنے کے لیے
اپنا لباس دینے کی غلطی مت کرنا
یاد رکھنا اس کے آدھے بدن کو ڈھانپے
اس کے لباس کا نام
اپنی ڈائری میں لکھنے کے لیے

جب پہنچو اس کے شہر میں

اور دیکھو بے در و دیوار گھر
بے چین مت ہو جانا
ان کے در و دیوار بنانے کے لیے
وہ بے در و دیوار گھر کو کیا کہتے ہیں
پوچھنا اور یاد کر کے لکھنا
اپنی ڈائری میں

جب پہنچو اس کے وقت میں
اور دیکھو لامحدود وقت
پریشان مت کرنا انھیں
اپنی گھڑی کی ٹک ٹک سے
جاننا ان کی تاریخ
اور لکھنا اپنی ڈائری میں

مارکو پولو سے بہتر سیاح بننے کے لیے
گینڈے کو
سر پر ایک سینگ والا دیومائی گھوڑا مت لکھنا
گینڈا ہی لکھنا

ہمارے سامنے بے خوف

کیوں کرتے ہیں وہ ایسا
آجاتے ہیں ہمارے سامنے بے خوف
پیدل یا موٹر سائیکلوں پر سوار
مجبور کر دیتے ہیں ہمیں
بریک لگانے پر
تیز دوڑتی کاروں، بسوں اور ٹرکوں کے

کہیں بہت دور پہنچنے کے لیے
وقت کو شکست دینے کی کوشش میں
یا موت کا ہاتھ پکڑنے کے لیے
ہماری پلک جھپک جانے کے منتظر
پیدل یا موٹر سائیکلوں پر سوار
ہزاروں بے قرار لوگ
آجاتے ہیں ہمارے سامنے بے خوف
میرے شہر کی سڑکوں پر

رہنے دو کچھ دیر

رہنے دو مجھے کچھ دیر
میری سست روی میں

مت کہو کچھ دیر تک
جیتنا ہے مجھے ایک اور دوڑ

کھول دو بیڑیاں
قدیم کہاوتوں اور سنہرے اقوال کی

رہنے دو کہانی
ایک رقص کے لیے نیا بھیس پا کر
خوش ہو جانے والی غریب لڑکی کی

مت دکھاؤ
ہنسی خوشی باقی زندگی گزارنے پر
ختم ہونے والی داستانوں کی جھلکیاں

خالی ہی رکھو
میری دیواروں کو

پراسرار مسکراہٹیں ہونٹوں پر سجائے
لوگوں کی تصویروں سے

مت بلاؤ مجھے
اوپر بالکنی سے ہجوم کو ہاتھ ہلاتے
لوگوں کے نظارے کو

مت اٹھا کے لاؤ
میرا یادگار قلم
جس کی سیاہی ختم نہیں ہوئی

بے کار کوشش چھوڑو
مجھے جگانے کی
اس صبحِ حشر کو
جب اٹھا رہا ہے وہ سوالات
میرے سکوت پر
مت اکساؤ
مجھے کسی جواب پر
یا بدتمیزی پر

جب کوہ قاف آیا میری کھڑکی کے سامنے

دستک دے رہی تھی پری
میری کھڑکی پر آج پھر
نیند سے بند تھیں میری آنکھیں
مگر اٹھ کر کھولنا ہی پڑی کھڑکی
اس کی مسلسل دستک سے
''کیوں آئی ہو پھر
میری زندگی الٹ پلٹ کرنے
معلوم تو ہے تمھیں
کوئی تحفہ تمھارا کبھی میرے کام نہ آیا''
ناراض تھی میں پری سے
مگر جانتی تھی میں اور وہ بھی
کہ بے جا تھی میری ناراضگی

وہ لاچکی تھی میرے لیے بہت سے کارآمد تحفے
دسترخوان جو ہمیشہ کھانوں سے پر رہتا تھا
کھا کھا کر بیمار ہوئے اور کچھ مر بھی گئے
میرے پیارے لوگ
کسی کام کے قابل نہ رہے ہم سب

دوبارہ جوان کر دینے والا شربت
جسے پی کر ہم بھول گئے اپنا آپ
پہچان نہ سکے ایک دوسرے کی شکلیں
غرور نے پاگل کر دیا ہمیں
گزارنا پڑیں ہمیں بے مقصد زندگیاں دو دو بار

آبِ حیات
جسے پی کر تڑپ رہے ہیں
میرے کتنے ہی پیارے
موت کی آرزو میں
باعثِ عبرت ہیں وہ ان کے لیے
جنھیں مرنے کی عیاشی میسر ہے

مستقبل دکھانے والا پیالہ
جس میں دیکھ کر آنے والے دن
جینے سے پہلے ہی مر گئے
سب دیکھنے والے

دنیا کی نظروں سے غائب کر دینے والی ٹوپی
جسے پہن کر میں جان گئی وہ راز
جنھوں نے چھین لیا میرے دل کا چین
میری خوشیاں
ہمیشہ کے لیے

بنا دیا مجھے قاتل

نفرت ہو گئی ہے مجھے اس کے تحفوں سے
مگر پکڑ ہی لیتی ہے وہ
مجھے اپنے جال میں ہر بار
"خوب جانتی ہوں میں تمھارے فریب
کیا تماشہ دکھاؤ گی اس بار"
کہا میں نے پری سے
"آنکھیں تو کھولو
دیکھو آج میں لائی ہوں تمھارے لیے
پورا کوہ قاف
ذرا نظارہ کرو اپنی کھڑکی سے"
چونک کر آنکھیں کھول دیں میں نے
منظر بدل چکا تھا میری کھڑکی سے باہر
غائب ہو چکی تھیں
میرے آسمان کو ہر طرف سے روکے
بلند و بالا عمارتیں
ہرا بھرا کوہ قاف کھڑا تھا میرے سامنے

•

"کیا لے چلو گی مجھے باہر
کوہ قاف کی سیر کے لیے؟"
پوچھا میں نے پری سے
"ہاں کیوں نہیں" کہا پری نے

"مگر چھوڑ نہ دینا میرا ہاتھ راستے میں
میں پری نہیں ہوں"
ہنسنے لگی پری
"کیا میں جانتی نہیں ہوں تمھیں
اور تمام دوسری مخلوقات کو
آؤ چلو کرا لاؤں تمھیں سیر"

پکڑ لیا اس نے میرا ہاتھ
اور لے گئی مجھے اڑا کر
دیکھتی رہی میں فضاؤں سے
پریاں، پریزاد اور دیو
"تمھاری دنیا تو تقریباً ویسی ہی ہے جیسی میری
بس ایک فرق ہے
جو خوبصورت ہے وہ زیادہ خوبصورت ہے
اور جو بدصورت ہے وہ زیادہ بدصورت
اب اتار دو مجھے کوہ قاف میں
قریب سے دیکھنے دو مجھے سب کچھ"
کہا میں نے پری سے
"ایسا مت کرو
بس دور ہی سے دیکھو"
اس نے کہا
"اتنی دور سے دیکھنا بھی کیا دیکھنا ہے"
"تمھیں واپس نہیں جانے دے گا

یہ کوہ قاف
اگر تم گئیں اس کے نزدیک"
"کون روک سکے گا مجھے
اپنی دنیا میں جانے سے
میں نہیں چھوڑ سکتی یہ موقع
بہت قریب سے دیکھنے کا
کوہ قاف کی سادہ دنیا کو"
چھوڑ دیا پری نے مجھے
جادو کی دنیا میں
اور اوجھل ہو گئی میری نظروں سے
کبھی نہ ملنے کے لیے

میں گرفتار ہوں
اسی کوہ قاف میں
بن کر اک پری
جب تک نہ لے آؤں میں
کسی اور کو اپنی جگہ
اُس کی کھڑکی سے

بن جاؤ ریشم کے کیڑے

تمھیں کرنا ہے مزدوری
تمھیں بننا ہیں کرسیاں
تمھیں کرنا ہے کاروبار
تمھیں لکھنا ہے کتابیں
تمھیں کرنا ہے سیاست

بتا دیے گئے ہیں تمھیں تمھارے کام
بن جاؤ اب تم
ریشم کے کیڑے
سمجھو اپنے کام کو
اپنی جان سے بڑھ کر
اور اعلیٰ ترین
شور مچاؤ دنیا میں
اپنے کام کی عظمت کا

بنو اپنے کام کا جال
اپنے چاروں طرف
اور اس میں پھنس کر
مرو جلدی سے
اور آسانی سے

فریم سے باہر

(2016)

انتخاب

فریم میں آؤ

فریم میں آؤ
لوگ زیادہ ہیں
دھکم پیل ہے
تم بھی دھکا دو
دوسروں کے آگے آجاؤ
دائیں یا بائیں کونا ہی سہی
آخری قطار ہی سہی
بس خیال رکھو
کسی کی انگلیوں کے 'وی' کے
اشارے کے پیچھے
چھپ نہ جاؤ
کونے سے کٹ نہ جاؤ

فریم میں آؤ
وہاں پتھر پر
چلچلاتی دھوپ میں
جہاں نہ سمندر ہے، نہ دریا، نہ جھیل
جہاں نہ باغ ہے، نہ پودے، نہ پیڑ
جہاں نہ دوست ہیں، نہ حیوان، نہ پرندے

وہاں سے بیٹھ کر
فریم میں موجود
لوگوں کو دیکھتے کیا ہو
سوچتے کیا ہو
جہاں تم بیٹھے ہو
کیا یہ پتھر نہیں
تخت ہے تمھارا
کیا بادشاہ ہو تم!

ہماری کرنسی ہے محبت

پہلے خواب میں دیکھا
پھر ہر جگہ ڈھونڈا
نہیں ملی تو
اسے بنانا شروع کیا
کرائے کی زمین پر
ایک چھپر میں
پھر بچوں کو تلاش کیا
سنائیں انھیں بہترین کہانیاں
پڑھائیں انھیں بہترین کتابیں
سکھلایا انھیں
فصلیں اُگانا
چیزیں اور عمارتیں بنانا
اور کیسے کیے جائیں
چھوٹے بڑے کام
سرمائے کے لیے پریشان ہوے بغیر
بالآخر ہوگئی
خود کفیل، بلند اور وسیع
ہوگئی مقبول
ہماری آفاقی محبت اکیڈمی
اور اس کا چار لفظی آئین
''ہماری کرنسی ہے محبت''

انٹرویو

کیسے ہو؟
یہاں کیمپ میں اپنا گھر یاد آتا ہے؟
''ہاں، مگر اس کی چھت گر گئی تھی''
''اپنے ساتھ کھیلنے والے یاد آتے ہوں گے؟''
''ہاں، مگر وہ سب مر چکے ہیں''
''کیا دل چاہتا ہے اپنے اسکول واپس جانے کو؟''
''ہاں مگر وہ پورا جل گیا تھا''
''کیا اپنے باپ سے ملواؤ گے؟''
''ہاں مگر اس کی قبر میں بس اس کا ہاتھ دفن ہے''
''کیا تمھاری ماں تمھارے ساتھ ہے؟''
''ہاں، رات کو خواب میں ساتھ ہوتی ہے''
''تم بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہو؟''
''میں بڑا ہوں، بم بنالیتا ہوں۔''

سرخ چاول

اگر اپنی انسانیت کم لگنے لگی ہے تمھیں
تو کیوں نہ زیارت پر جاؤ
مقدس مقامات ہیں
صوفیوں کے مزار ہیں
شاعروں کے مقبرے ہیں
یا محفلیں ہیں پیروں کی
یا سیاسی رہنماؤں کی
کسی عظیم تبدیلی کے لیے
لانگ مارچ بھی مل سکتے ہیں
یا پہاڑ، یا سمندر، یا ریگستان
یا انھی جیسے دیگر حسین فطری مناظر
گاؤں بھی ہو سکتے ہیں
جہاں کھیتوں میں ملیں گے
محنتی کسان اور ان کے خاندان
زیارت پر جاؤ
اگر انسان بننا چاہو

اور اگر تم پہلے ہی پورے انسان ہو
تو زیارت پر جاؤ

ان میدانوں کو
جہاں ایک بڑی قبر میں
انھیں دھکیل کر
ایک ساتھ زندہ دفن کیا گیا ہے
اور اُگائے گئے ہیں
ان کے اوپر
سُرخ چاول

فنا کے کناروں پر

میرے لوگ فنا کے کناروں کو چھو رہے ہیں
مگر فکر نہ کریں
میری روح میں جنون کا ارتفاع ہو رہا ہے
میرے اندر جہنم بلند سے بلند تر ہو رہا ہے
فکر نہ کریں
برفانی سردی سے بچاؤ کے لیے
میرے پاس درختوں کے تنے ہیں
بہت سے غار ہیں
فکر نہ کریں
ہوا میں روحیں گھوم رہی ہیں
مجھ سے باتیں کرنے کے لیے
تجویزوں کے ساتھ
تا کہ ہم فنا کے کناروں کو پیچھے دھکیل سکیں
فکر نہ کریں
''مجھے روٹیوں سے زیادہ شاعری کی ضرورت ہے۔''

شیشے میں آتش بازی

ہم اک ہجوم ہیں
ہمارے سامنے ہے شیشہ
اندر دھندلی شبیہیں
جو باہر سے معکوس تصویروں میں
مدغم ہو رہی ہیں

ہمارے پیچھے
آسمان پر ہوتی آتش بازی
شیشے میں دیکھی جا سکتی ہے

اہم فیصلوں کا کھیل کھیلتے
بازیگروں کی جان کا محافظ ہے یہ شیشہ

کامیابی یا ناکامی
خوشی یا غم
زندگی یا موت
فیصلوں کے منتظر
ہم دیکھ رہے ہیں
شیشے میں آتش بازی

کناروں پر ڈھیر

گر گئے پت جھڑ کے سوکھے پتے
راستے میں دور تک
آ گئے جاروب کش
کر دیا مردہ پتوں کو
کناروں پر ڈھیر

سرما کی سفید برف نے
ڈھک دیا راستے کو
مکمل طور پر
آ گئیں برف ہٹانے والی گاڑیاں
لگتے گئے برف کے
کناروں پر ڈھیر

پھر پھیل گئے ہم
راستے کے چپے چپے پر
آ گئیں جیپیں
کر دیا ہمیں
کناروں پر ڈھیر

نظر نہ آنے والے جنوب میں

مشرق میں ہے کوزہ گر
اور اس کے پیالے
شمال میں ہے قصہ گر
اور اس کے کاغذ
مغرب میں ہے نغمہ گر
اور اس کے ساز

تصویر میں نظر نہ آنے والے
جنوب میں میں ہوں
میرے ایک ہاتھ میں ہے
شیشے کا مرتبان
پانی سے لبریز
اور اس میں موجود
میری سنہری مچھلی

ایک خالی ہاتھ سے
میں مانگ رہی ہوں
ایک پیالہ
اور اس میں ایک قصہ

نغمے میں ڈھلا ہوا
اپنی مچھلی کو سنانے کے لیے
تاکہ وہ نہ دیکھے نہ سنے
میرے پیچھے سمندر
اور اس کا شور

ریگستان سے پہلے

بہت سے لوگوں میں سے
انھوں نے ہمیں پسند کیا
اور لے لیا ہمیں
اپنی چھتریوں کے سائے میں
جب بارش نہیں تھی
نہ ہی دھوپ تھی

پیالوں سے گرتی ریت کے نظارے میں
سفید کاغذ کے کالا ہونے تک
تیز موسیقی کے جاری رکھنے میں
ہماری شرکت کے دوران
سلائی کی مشین سے ڈیزائن بنانے والے
کپڑے دھونے والے
پیروں کی آرائش کرنے والے
فنکاروں کو دیکھتے
خوبصورت لڑکیوں کے ہاتھ سے
شراب کی بخشش لینے والوں کی قطار میں
آئینے میں رقصاں دلہن کے ساتھ
اپنے عکس سے گزرتے

ایک عارضی اسٹیج پر
عارضی شہرت کا کھیل کھیلتے
ایک مصنوعی سمندر کا تجربہ کرتے
وہ تمام کمروں میں
لوگوں کے دھکے کھاتے
ہمارے پیچھے مسلسل موجود تھے
اپنی چھتریوں کے ساتھ
اس دروازے تک
جس کے باہر
تیز بارشیں اور جھلساتی دھوپ لیے
ہمارا ریگستان تھا

یہ کوئی قیامت تو نہیں

یہ کوئی کیڑے تو نہیں
میری شہد کی مکھیاں ہیں

یہ کوئی پرندے تو نہیں
میرے کبوتر ہیں

یہ کوئی جانور تو نہیں
میرے گھوڑے ہیں

یہ کوئی انسان تو نہیں
میرے محبوب ہیں

یہ کوئی سیارہ تو نہیں
میری زمین ہے

یہ کوئی خدا تو نہیں
میرا رکھوالا ہے

یہ کوئی قیامت تو نہیں
میری موت ہے

میری زندگی کے باب

کہاں گیا وہ
جنون سے لبریز
چھلکتا پیمانہ
نشے میں ڈوبی
دوستوں کی محفل
ان دیواروں کے اندر
جن پر تصویریں تھیں
اور تصویروں میں دنیا
اور دنیا میں لوگ
نشے میں کبھی ہنستے، قہقہے لگاتے
کبھی آنسو بہاتے
صوفے پر نیم دراز
تم تھے
تمھارے گھٹنوں پر سر رکھے
نیم دراز میں
ایک گھونٹ تمھارا تھا
ایک گھونٹ میرا
تیزی سے غائب ہوتی
سنہری شراب کا

کہاں گئیں وہ
اداسی بھری نظمیں
جن میں سرمئی بادلوں سے
برستی بارشیں تھیں
باغوں کے کنارے
گھنے درختوں میں
بھیگتے پرندے
پھولوں پر منڈلاتی
رنگین تتلیاں
گہرے نیلے سمندر کی
لہروں میں بل کھاتی
سنہری مچھلیاں
اور بچھڑی محبتوں کے لیے
میرا گداز
گیت گاتا دل

کہاں گئی وہ
ایک فرلانگ پر بنی
تین منزلہ
کتابوں کی دنیا
اور اس کے ایک کونے میں
میری خودساختہ قید

ایک طویل عرصے تک
دنیا سے بے نیاز
روز و شب سے آزاد
خود سے آزاد
جس کے اندر بدلتے
ہزاروں موسم تھے
ہزاروں دوستیاں
میرے دل کو گرماتی
نئی کہانیاں

کہاں گئے وہ
سیلی ہوئی دیواروں کو
نئے رنگوں سے سجاتے
کیاریوں میں پودوں کے
بیج لگاتے
چھوٹے، بڑے بچے
لڑکیاں اور لڑکے
میرے ساتھ دیواروں کو
تحریروں سے آراستہ کرتے
ان گنت لوگ
اور ان کے ساتھ
داستانیں دہراتی
میری شکست نا آشنا زبان

کہاں گئے وہ
میری زندگی کے باب
جنھیں پھاڑ دیا گیا
میری زندگی میں آنے سے پہلے

ایک زخمی دن

ایک نقصان زدہ دن
ایک زخمی دن
بہت دنوں سے کوما میں لگتا تھا
مگر ایک بار پھر کھول لی ہیں آنکھیں اس نے
اور بلایا ہے مجھے باتیں کرنے کے لیے
وہی باتیں
جو ایک لاعلاج زخموں سے چور
کوئی دن کر سکتا ہے
کئی بار تو مجبور کیا ہے میں نے اسے
اس کی آخری خواہش کے لیے
وصیت کے لیے
تاکہ سکون سے مر جائے وہ
مگر کہاں مرتے ہیں اتنی آسانی سے
یہ زخمی دن
جن سے بنی ہوئی ہے میری زندگی ایک وارڈ
سلا چکی ہوں بہت سوں کو قبرستان میں
رخصت کر چکی ہوں کچھ کو تیمارداری کر کے
مگر یہ بہت پرانا زخمی
بار بار نکل آتا ہے کوما سے

نہ مرتا ہے
نہ صحتمند ہوتا ہے
علاج تو اس کا معلوم ہے مجھے
تمھارا خون
مگر تم تو کب کے مر چکے ہو
تمھاری جگہ
کتنے لوگوں کا خون چڑھایا جا چکا ہے اسے
یا بہایا جا چکا ہے اس کے لیے
مگر پھر گھسیٹ رہا ہے یہ
میرے اور دوسروں کے
خوش و خرم دنوں کو
اپنے زخم کے چھوت میں
اور میں ڈھونڈ رہی ہوں
بے بسی کے عالم میں
کوئی خنجر
اس زخمی پاگل سے نجات پانے کے لیے

ریگستان کے سراب سا
جھلملا رہا ہے
کسی کے پاس
ایک خنجر

آسمانی قالین

رنگ لو اپنی ساری بھیڑوں کا اون
آسمانی رنگ میں
تھوڑا سا بچا کے
اور رنگ لو اسے سنہری
پھر بنو قالین آسمانی رنگ کا
سنہری سورج چاند اور ستاروں کے ساتھ
اور بچھا دو اپنا قالین ان کے قدموں کے نیچے
جو رات اور دن کو الگ الگ رکھتے ہیں
تا کہ جڑ جائیں ان کے دن اور رات

حسن اور حیوان

گہرا نارنجی آسمان
کائی جیسی ہری پہاڑیاں
پہاڑیوں کے درمیان گہری کھائی
مجھے لے چلو اس پار
میرے حیوان
میرے اژدہے
بناؤ اپنے جسم کو میرے لیے پل
رہو بالکل ساکت
میرے کامیابی سے اس پار پہنچنے کے لیے
اس کھائی کے پار
پہاڑی کے اس طرف
بہت ساری کھائیاں
اور بہت سی پہاڑیاں
اور ان کے پار
وہیں ہے میرا سمندر
میری کشتی
میرا ملاح

فاطمہ گل، تمھاری کہانی

خوبصورت فاطمہ گل
بالآخر آ گئی تمھاری کہانی
لمبے سفر کرتی
میری زبان میں
میرے بیڈروم میں

آوارہ امیر لڑکوں کی
اجتماعی زیادتی نے
چھین لی تمھاری پہلی محبت
مجبور کر دیا تمھیں
ہزاروں دشمنیوں اور سازشوں کے
مقابلے کے لیے
اور تھک ہار کر
دوسری محبت قبول کر لینے کے لیے

بہادر فاطمہ گل
کیا خوش قسمتی ہے
کہ آ گئی تمھاری کہانی
تمھارے خلاف مظالم

دشمنیاں اور سازشیں
تمھارا مقابلہ، تمھاری دوسری محبت
تفصیلات کے ساتھ
ہماری زبان میں
ہمارے بیڈ رومز میں
عورتوں اور مردوں کے لیے
ہماری فاطمہ گل کے لیے
آوارہ امیر لوگوں کی
اجتماعی زیادتی کے بعد
کٹہرے میں کھڑی
سنگساری کی سزا سنتی ہوئی

جب بارش نہیں ہوتی

سوکھ جاتی ہیں فصلیں
پڑ جاتا ہے قحط
جب بارش نہیں ہوتی

چھا جاتی ہے دھول
میلا لگتا ہے جنگل
جب بارش نہیں ہوتی

لگ جاتی ہے آگ
جل جاتی ہیں جھاڑیاں
جب بارش نہیں ہوتی

بجلی نہیں بنتی
چھا جاتے ہیں اندھیرے
جب بارش نہیں ہوتی

بجھ جاتی ہیں امیدیں
پانی سے محروم
محصور قلعے کی

جب بارش نہیں ہوتی

دوڑتے ہیں سپاہی
جنگ کے میدان میں
خون بہتا ہے
جب بارش نہیں ہوتی

آجاتا ہے قافلہ
گرجاتا ہے تخت
جب بارش نہیں ہوتی

اپنے وقت پر

دعائیں

خدا کرے
تمھاری نظر میں محبت
معمولی ہو جائے

خدا کرے
تمھاری نظر میں نفرت
معمولی ہو جائے

خدا کرے
تمھاری نظر میں انتقام
معمولی ہو جائے

خدا کرے
تمھاری نظر میں دولت
معمولی ہو جائے

خدا کرے
تمھاری نظر میں ہر خواہش
معمولی ہو جائے

خدا کرے
تمھاری نظر میں تمھارا دکھ
معمولی ہو جائے

خدا کرے
تمھاری نظر میں میری زندگی
معمولی ہو جائے

تم باز نہیں آؤ گی

کنیز!
گھڑی میں وقت دیکھنا
تم نے کہاں سے سیکھا؟
تم نے کب سیکھا؟
اپنے ہاتھ میں رکھو
صفائی کا سامان

کنیز!
نوٹوں کی پہچان تمھیں کس نے کرائی؟
گنتی کس نے سکھائی؟
رکھو اپنا معاوضہ
گلک میں گنے بغیر

کنیز!
اتنے دور واقع
اتنے زمانے سے چھوڑے ہوئے
گھر کو واپسی کا سفر کیسے کر سکتی ہو
ہمارے نومولود کو نہلاؤ
کپڑے بدلواؤ

کنیز!
یہاں کہاں بیٹھی ہو
خانۂ کعبہ کا رخ تمھیں کس نے بتایا
کس نے سکھائیں مقدس سورتیں
سب کے وضو کے لیے
گرم پانی لاؤ

کنیز!
لگتا ہے تم باز نہیں آؤ گی
کنیز!
تمھارا نام کنیز کس نے رکھا؟

گھوڑا برائے قتل

گھوڑا
سفید، کالا یا کتھئی؟
سفید

اس پر زین
نیلی، پیلی یا سُرخ؟
نیلی

اس کی رفتار
دلکی، پھویا یا سرپٹ
دلکی

اس کی منزل
صحرا، دریا یا شہر؟
صحرا

اس کا مالک
انسان، خدا یا چراگاہ؟
انسان

اس کے مالک کی قسمت
اس کے ساتھ، اس کے اوپر یا اس کے آگے؟
اس کے ساتھ

اس کی موت کا مقام
جنگل، اصطبل یا میدانِ جنگ؟
جنگل

اس کا نام
زندگی، جسم یا روح؟
زندگی

باغبان! تم سے ملاقات

پہلے چھوڑنا ہوگا تمھیں
اپنا باغ
اپنی گھاس
اپنے درخت
اپنے پودے
اپنے پھول اور پھل

پھر سیکھنا ہوگی
ایک نئی زبان
پھر اس کے حروفِ تہجی
اس کے الفاظ
جملوں کی ساخت
اور پھر تحریریں
پھر سمجھنا ہوں گے
تحریروں کے بین السطور معانی

پھر ہم مل سکیں گے
کسی نظم میں
جو میں نے محبت سے لکھی ہو

تمھارے لیے

پتہ نہیں کتنے زمانوں کے بعد
ہوگی تم سے ملاقات
اگر غلطی سے
تم نے چھوڑ بھی دیا
اپنا ہرا بھرا باغ

گاؤں کا درخت

پورے گاؤں نے اُگایا درخت
کئی صدیوں تک
پھر وہ پیدا ہوے

پورے گاؤں نے گدگدایا
تو وہ ہنس پڑا
روتے روتے

پورا گاؤں جمع ہوا
درخت کے نیچے
تو اس نے سیکھا
کہانیاں سننا اور سنانا
قاعدہ پڑھنا
کھیل میں جیتنا اور ہارنا

پورے گاؤں نے محبت کی
لیکن مارا گیا وہ
اس کے ہاتھ سے

جسے
پورے گاؤں نے جھڑک دیا
تڑپ گیا وہ

پورے گاؤں نے اس سے
چھین لیا درخت
روتا رہا وہ

پورے گاؤں نے خریدیں بندوقیں
تو اسے بھی ملی

پورے گاؤں کے خلاف سناؤ فیصلہ
پورے گاؤں کو دو پھانسی
گاؤں کے درخت پر

بچوں کے کھیل

پہلے انھوں نے کھیلا
گھر گھر
ایک باپ بنا
ایک ماں
ایک بیٹا
ایک بیٹی
ادا کیے انھوں نے اپنے کردار
خوبصورتی کے ساتھ

پھر انھوں نے کھیلا
اسکول اسکول
ایک استاد بنا
باقی شاگرد
ادا کیے انھوں نے اپنے کردار
خوبصورتی کے ساتھ

پھر انھوں نے کھیلا
دفتر، دفتر
ایک افسر بنا

باقی ماتحت
ادا کیے انھوں نے اپنے کردار
خوب صورتی کے ساتھ

پھر انھوں نے کھیلا
جنگ جنگ
کچھ ایک فوج میں
کچھ دوسری فوج میں
ایک دوسرے کے مقابل
ادا کرتے وہ اپنے کردار
خوب صورتی کے ساتھ
اگر بچوں کے کھیل کے
بیچ میں نہ آجاتا
سچا فن کار
عین جوانی میں
اپنے فن کے عروج پر
مرنے کے لیے
وین گو کی طرح

یہاں ایک گاؤں تھا

کنویں میں پانی ہوتا ہے
آگ تو نہیں

کنویں میں مٹی ہوتی ہے
آگ تو نہیں

کنویں میں ہوا ہوتی ہے
آگ تو نہیں

بوجھو پہیلی
کنویں میں تپش ہے
کنویں میں بو ہے
کنویں میں راکھ ہے
یہاں ایک گاؤں تھا
کہاں گیا وہ
بوجھو پہیلی

کیا تم سمجھو گے ہمیں رشتے دار

اس کے سامنے
ہم آنکھیں بند کرتے ہیں
ہاتھ باندھتے ہیں
گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہیں
سجدے میں جاتے ہیں
اس کی عبادت کرتے ہیں
اس سے التجا کرتے ہیں
ہمیں تن ڈھانپنے کے لیے لباس دے
ہمارے آتش دان کے لیے آگ دے
ہماری جھونپڑی کے لیے لکڑی دے
زیادتی کے لیے
ہم اس سے معافی مانگتے ہیں
اگر وہ ہمیں معاف کرنے کا کوئی اشارہ دے
تب ہی اسے کاٹتے ہیں
درخت ہمارا قریبی رشتہ دار ہے

کیا تم ہمارے ساتھ یہ سب کرو گے
کیا تم سمجھو گے ہمیں
قریبی رشتہ دار

تمھارا کیمرہ نسل پرست ہے

تمھارا کیمرہ نسل پرست ہے
تمھاری آنکھیں
شیشے کی آنکھیں

تمھارا کیمرہ غائب کر دیتا ہے
سیاہ چیزوں کو
سیاہ لوگوں کو
تمھاری آنکھیں
شیشے کی آنکھیں
چندھیا جاتی ہیں
سیاہ روشنی سے

کیوں نہ بدل دو تم
اپنے کیمرے کا لینس
خرید و نیا لینس
کیوں نہ بدل ڈالو
اپنی شیشے کی آنکھیں
لگالو اصلی آنکھیں

دیکھو اچھے لینس سے
اصلی آنکھوں سے
ہم یہاں ہیں
کھلے میدان میں
رات کی سیاہی میں مدغم
دیکھو زوم کر کے
یا قریب آ کے
ہمارے ماتھے کی شکنیں
سیاہ روشنی

پانی ہونے تک

کچھ روز رہیں ہم
گہرے رنگوں میں
کچھ روز کھیلیں ہم
قوسِ قزح میں
جھولا ڈال کر
کچھ روز دیکھیں ہم
صبح کی شفق
شام کی شفق
کچھ روز ڈھونڈیں ہم
سمندر پر افق
پگھلنے والے ہیں
برف کے تودے
پہلے پگھلیں ہم
پانی ہو جائیں
کریں محبت
گہری محبت
اس جزیرے میں
پانی آنے تک
اس جزیرے کے
پانی ہونے تک

قطار کہتی ہے

قطار کہتی ہے
بس ایک بار ملے گا
جو لینے آئے ہو
داخلے کا فارم
قرضِ حسنہ
نوکری کا انٹرویو
تاج محل کا ٹکٹ
خیرات کی روٹی
یا کوئی بھی چیز
جو لینے آئے ہو
بس ایک بار ملے گی
قطار کہتی ہے
اگر دینے والے کو تم یاد رہ گئے
یا ایمانداری برت کر بتا دیا تم نے
کہ اسی قطار میں دوبارہ لگ گئے ہو تم
یا بانٹی جا رہی ہو جس میں
گردنیں کاٹ کر
گردنوں میں پھندے ڈال کر
گولیاں چلا کر
یا کسی بھی طرح کی
اچھی یا بری موت

شور کے بعد

رات کے پچھلے پہر
تیز موسیقی کے شور میں خاموش تھے
تیز موسیقی کے بند ہوتے ہی
بھونکنے لگے کتے

جیسے میں خاموش ہوں
رات کے پچھلے پہر
جسم کی موسیقی کے تیز شور میں
اور لکھوں گی اک نظم
اس شور کے بند ہوتے ہی

راتوں کو بیدار

کتنی رات جگایا
ہاتھوں پر بوجھ
غیر ملکی کتابوں نے

کتنی رات جگایا
کانوں پر بوجھ
غیر ملکی نغموں نے
کتنی رات جگایا
آنکھوں پر بوجھ
غیر ملکی خوابوں نے

کیوں سویا ہوا ہے
علم سے محروم
موسیقی سے محروم
خواب سے محروم
یہ راتوں کو بیدار ملک
مجھے کرنے کے لیے
میرے دنوں سے محروم

قانون کی آواز

ہمارے دیس میں
لاقانونیت بڑھتی جارہی ہے
ضرورت ہے قانون کی تعلیم کی
عدالتیں تنگ آچکی ہیں
مقدمات کی بھرمار ہے
محکمۂ انصاف کی صورتِ حال قابو سے باہر ہے
ضرورت ہے قانون کی تدریس کی
عام لوگوں کے لیے
جامعۂ قانون بنانے کے لیے
ہمیں جلد زمین فراہم کیجیے
منصفِ اعلیٰ کو زمین فراہم کیجیے
جامعۂ قانون کے لیے عطا کردہ زمین کو
جلدی خالی کروائیے
حکومت کی زمین پر
صدیوں سے غیر قانونی قبضہ کیے بیٹھے
ان کم ذات بھوکے ننگے غنڈہ گردوں سے

یہ بلند عمارتیں

بلند ہوتی جا رہی ہیں عمارتیں

ٹکرا رہی ہیں

میرے پروں سے

میرے ناقابلِ شکست پروں سے

یہ بلند عمارتیں

جن کے کمروں میں

سودے بازی کی بھنبھناہٹ جاری ہے

میری فضا کو گھیر رہی ہیں

مجبور کر رہی ہیں مجھے

بھڑ جانے کے لیے

اپنے پروں سمیت

پوری قوت سے

ٹکرا جانے کے لیے

کسی بلند سے بلند تر ہوتی عمارت سے

ایک لامحدود اثر کے لیے

تمام عمارتوں پر

تمام سودوں پر

تمام دنیا پر

مجھے بھی جگہ دو

اس نے کہا
تمھارا شکریہ
تمھاری کشش نے
میرے دل اور ہاتھوں کو مصروف رکھا
تمھاری خوشبو نے
مجھے ہمیشہ مدہوش رکھا
تمھاری سخاوت نے
میرا جھونپڑا آباد رکھا
مگر اب دنیا ممکن نہیں رہی ہے
سورج سخت ہے
بارش سخت ہے
مجھ پر اور میرے لوگوں پر
ہم دنیا کے قرضدار ہیں
دنیا ہماری موت کی طلبگار ہے
اور منتظر
اتنے بہت سوں کو تم نے اپنے اندر سمیٹ لیا ہے
مجھے بھی جگہ دو
تمھارا شکریہ

اس نے اپنے کھیت میں
اپنی قبر کھودی
اور اس میں لیٹتے ہوئے کہا
جب اسے اندازہ تھا
اسے دفن کرنے والا
یا جلانے والا
آس پاس کوئی نہیں ہے

چالان

معاف کیجیے گا
مجھے روکنا پڑا آپ کو
پہچان رہا ہوں آپ کو میں
آپ تو ہمارے جنگی ہیرو ہیں
آپ کی بدولت ہماری فتح ہوئی
ہم زندہ ہیں
دشمنوں کے شہر اجڑ گئے
آپ کی بمباری نے
لاکھوں دشمنوں کو راتوں رات ختم کر دیا
آپ نہ ہوتے تو شاید
یہ سب ہمارے ساتھ ہوتا
ہم شاید مر چکے ہوتے
مگر معاف کیجیے گا
مجھے روکنا پڑا آپ کو
آپ گاڑی مقررہ رفتار سے زیادہ تیز چلا رہے تھے
آپ کی تیز رفتاری کسی کی جان لے سکتی تھی
آپ برا نہ مانیے گا
مگر مجھے کرنا پڑے گا
آپ کا چالان

گاؤپرگال

گاؤپرگال!
بچوان کے الزام سے
بچوان کے تیزاب سے
بچوان کی گولی سے
گاؤلڑکیو!
گاؤپرگال!

پوچھوان سے لڑکیو!
پوچھوان سے پرگال!
کیاتم آزادی کے سپاہی نہیں ہو
کیاتم آزادی کے گیت نہیں گاتے
تم بندوقیں لیے گھومتے ہو
ہمارے پاس صرف گیت ہیں
کیوں ہمارے لیے تمھارے پاس ہیں
یہ الزام
یہ تیزاب
یہ گولیاں
کروخودکوآزاد، ہماری زنجیر سے
سوال کروان سے

بچ کے رہو ان سے
گاتی رہو لڑکیو!
گاؤ پر گال

ہمارے دل

تمھارا گلاس ووڈکا سے لبالب بھرا ہوا ہے
عین اسی وقت
جب میرا دل تنہائی سے لبریز ہے
ٹکراؤ اپنے ووڈکا کے بھرے گلاس کو
میرے آدھے بھرے گلاس سے
مگر زیادہ زور سے نہیں
ورنہ چھلک جائے گی تمھاری ووڈکا
یا ٹوٹ جائے گا گلاس
جیسے ٹوٹتے رہتے ہیں
ہمارے دل
ٹکراتی ہوئی تنہائیوں سے

بس گزارہ ہے

کیا سو گئی تھی میں
کسی نازک اور سخت درخت کے نیچے
گرادیا ہے جسے آندھیوں نے
کیا چکنا چور ہو گئی ہیں
میری ہڈیاں

کیا گر پڑی ہے آسمانی بجلی
یا بجلی کے تار میرے اوپر
کیا جل کر سیاہ ہو گیا ہے
میرا تمام خون
یا نچوڑ لیا گیا ہے
میرا اندر
ایک دھوئے جانے والے کپڑے کی طرح

کیا اٹھا لیا ہے تم نے فون
بالآخر
ایک سخت امتحان اور محنت طلب ملازمت کے
طویل دن کے بعد
کیا یہ میں نے پوچھا ہے

کیسے ہو تم
کیا یہ تم نے کہہ دیا ہے
''بس گزارا ہے''

پتیاں اور فیصلے

یہ دیکھو
پھولوں بھرا باغ ہے
میں بے وزن
ہواؤں میں
جہاں چاہوں اڑ سکتی ہوں
جہاں چاہوں ٹھہر سکتی ہوں

اگر میں توڑ سکتی
چند پھول
تو ان کی پتیوں سے فیصلے کرواتی

میں نے اس سے محبت کی
میں نے اس سے محبت نہیں کی

وہ زندہ ہے
وہ زندہ نہیں ہے

میں زندہ ہوں
میں زندہ نہیں ہوں

وہ میرے پاس آئے گا
وہ میرے پاس نہیں آئے گا

نئی نظمیں

جب محبت کڑوے سمندر میں ڈوب رہی ہو

کیوں تصور کیا جائے
ناپید ہوا میں
ایک مضبوط ڈور سے بندھے
بہت سے، رنگ برنگے غباروں کا
جو ہمیں یہاں سے اڑا کر وہاں لے جا سکتے ہوں
اور وہاں سے آگے
پھر اور بھی آگے

کیوں دیکھا جائے
گدلے آسمان پر
دھندلے ستاروں کے درمیان
چمکتے ہوئے چاند کو
اتنی دیر تک
کہ وہ خشک کر دے ہماری آنکھوں کا پانی

کیوں باتیں کی جائیں
اپنے پوشیدہ باغ کے
رنگارنگ پھولوں کے درمیان
لہلہاتے سرخ گلاب سے

یا سبز پیڑوں سے
یا پیڑوں میں چھپی مدھر کوئل سے

کیوں محبت کی جائے
جب لوگ ڈھونڈ رہے ہوں
دوسروں کو مارنے کے نت نئے اسباب
اور سوچ رہے ہوں
اذیت دہی کے نت نئے طریقے

کیوں نہ خالی کیا جائے
کڑوے سمندر سے بنے زہر کا پیالہ
جب محبت کڑوے سمندر میں ڈوب رہی ہو۔

ایک کتاب کے ساتھ

چلتے جاؤ
دیہاتوں اور شہروں میں
وادیوں اور پہاڑوں میں
گھنے جنگلوں میں راستہ بناتے جاؤ
ایک کتاب کے ساتھ

ایک کتاب کے ساتھ
بہتے جاؤ
پانیوں کی سطح پر
سمندر کی تہوں کو کھنگالنے کے لیے
جل پریوں کے ساتھ رقص کے لیے
چلاتے جاؤ اپنی کشتی
ایک کتاب کے ساتھ

ہواؤں کے ہمراہ
یا جادوئی قالین پر
اڑتے جاؤ
چاند ستاروں اور آسمان تک
ایک کتاب کے ساتھ

چنتے جاؤ
ان گنت کہانیاں
محبتیں اور جنگیں

بجھا دو
تاریخ کے جلتے ہوئے کتب خانوں کی آگ کو

جب چن دیا گیا ہو
تمھیں دیواروں میں
تو بنا لو دروازے اور کھڑکیاں
ایک کتاب کے ساتھ
اور بلا لو
ہنستے اور روتے ہوئے لوگوں کو
اپنے نزدیک
اپنے زندان میں

اور دیکھو
ایک پرانی کتاب
اور محفوظ کرلو
اپنی آنکھوں میں
اس کی پھٹی ہوئی جلد
بوسیدہ اوراق
مٹے ہوئے حروف

اوراس پرثبت
کسی کے نام
محبت بھرا انتساب

ہم اپنے ہاتھ ہیں

اس جنت کے لیے

بہت سے لوگ چوہوں سے بھری سرنگ سے گزرے
چند ان کے زہر سے بچ گئے

بہت سے لوگ اپنے بوجھ سے الٹ جانے والی کشتی پر سوار تھے
چند تیر کر کنارے تک پہنچ گئے

بہت سے لوگ بھاری سامان تلے بکسوں میں چھپائے گئے
چند سانس ختم ہونے سے پہلے نکال لیے گئے

یہ سرزمین بچ جانے والوں کی جنت ہے
جہاں ہر صبح لاری آتی ہے
بہت سے لوگ اچھل اچھل کر
اپنے ہاتھوں کی مضبوطی کی نمائش کرتے ہیں
چند کو کام پر لے جانے والی لاری میں جگہ مل جاتی ہے۔

زندگی میرے پیروں سے لپٹ جائے گی

تنویر انجم

(2010)

قیمت:350روپے

نئے نام کی محبت

تنویر انجم

(2013)

قیمت:350روپے

فریم سے باہر

تنویر انجم

(2016)

قیمت:200روپے

حاشیوں میں رنگ

تنویر انجم

(2016)

قیمت:200روپے

عسکری صاحب (مرحوم) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ادب ایک مسلسل تجربہ ہے۔ کوئی قانون تعزیرات نہیں ہے جو ہر بات میں ناطق فیصلے صادر کیے جائیں۔ یہاں تو ایک مستقل تفتیش ہی سب کچھ ہے۔ اس مختصر سی عبارت میں لفظ ''تفتیش'' بہت اہم ہے اور تنویر انجم کی نظمیں ایسے ادب کی ایک مثال ہیں۔

میرے سامنے اس وقت تنویر کے سات مجموعوں کا انتخاب ہے۔ تنویر نثری نظم لکھتی ہیں۔ ہمارے یہاں نثری نظم کافی عرصے سے لکھی جارہی ہے۔ اب تو اس کے اوپر جدیدیت کا تمغہ بھی نہیں سجتا۔ نثری نظم کے بارے میں ایک عام خیال یہ ہے کہ اس صنف سخن میں آسانیاں بہت ہیں۔ میری ناچیز رائے میں ایسا نہیں ہے۔ ادب میں ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ بہت پرانا ہے لیکن اگر اس ٹوٹ پھوٹ کو صرف بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھ لیا جائے تو بہت نقصان اسی صنف ادب کا ہوتا ہے جس میں طبع آزمائی کی جائے۔ یہی کچھ بہت عرصے تک نثری نظم کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

رفتہ رفتہ نثری نظم کے خدوخال واضح ہونا شروع ہوئے۔ شاعروں نے اپنے اپنے انداز سے اس کی بناوٹ اور تراش خراش میں محنت سے کام لیا۔ تنویر کو یہ کام آتا ہے۔ سچ پوچھیے تو بنیادی بات تو یہ ہے کہ شاعر کے پاس کہنے کو کچھ ہے کہ نہیں۔ پھر صنف سخن تو بعد کا انتخاب ہے اور تنویر کی نظموں کے موضوعات بتاتے ہیں کہ ان کے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے۔ مجھے تنویر کی نظموں میں کہیں کہیں کلاسیکی کہانیوں کی خوشبو آتی ہے اور کہیں حالات حاضرہ کی گھٹن کا احساس ہوتا ہے۔ دکھ سکھ کے رنگوں میں ڈوبی ہوئی تنویر کی نظمیں ایک تاثر چھوڑ جاتی ہیں اور یہ تاثر یقین دلاتا ہے کہ شاعرہ کے پاس ایک دردمند دل ہے۔

میری دعائیں تنویر کے ساتھ ہیں۔

زہرا نگاہ

ISBN: 978-969-648-041-9

9 789696 480419 >

Rs.700 نئی زبان کے حروف